عبرانیوں کے نام کا خط

پادری ولیم للی۔

عبرانیوں کے نام کا خط

— ۱ —

دیباچہ

خُلاصہ:- ۱- یہ خط کس نے لکھا؟ تمیتھیس کے نامعلوم ساتھی نے لکھا۔
۲- کب لکھا؟ سن ساٹھ اور ستر عیسوی کے مابین۔
۳- کس کو لکھا؟ ملک فلسطین کے عبرانی مسیحیوں کی ایک جماعت کے نام
۴- کس مقصد کو مدِنظر رکھ کر لکھا؟ کہ وہ عبرانی مسیحی پھر یہودی نہ ہو جائیں بلکہ دُکھ اُٹھا کر کامل ہو جائیں۔

خطوط میں سے کسی خط کے متعلق ہم چار سوال کر سکتے ہیں۔ کس نے لکھا؟ کب لکھا؟ کسے لکھا؟ اور کس مقصد سے لکھا۔ جو خطوط خُدا کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔ اُن کے متعلق یہ سوالات بے شک بہت ضروری نہیں۔ کیونکہ ان سوالات سے صرف ظاہری باتوں کا پتہ لگتا ہے۔ سب سے ضروری یہ بات ہے کہ ہم ان انجیلی خطوط میں خدا کی باطنی آواز کو سنیں جو ہماری روحوں کے لئے ایک پیغام دیتی ہے۔ تاہم ان سوالوں کا مختصر طور پر جواب دینے سے روحانی مطالعہ میں بھی کچھ نہ کچھ مدد مل سکتی ہے۔

کِس نے عبرانیوں کے نام یہ خط تحریر کیا:- قدیم زمانہ میں بعض لوگ کہتے تھے پولوس اس خط کا مصنّف ہے۔ لیکن اس خط کی طرزِ تحریر اور پولُس کے خطوں کی طرزِ تحریر میں بہت فرق ہے۔ پولُس گرامر کے اُصولوں کی پابندی اور مناسب الفاظ کی تلاش کی چنداں پروا نہیں کرتا وہ صرف اِس بات کا

لحاظ رکھتا ہے۔ کہ خُدا کا پیغام پڑھنے والوں کے دِل میں اُتر جائے۔ لیکن عبرانیوں کے نام کے خط کا مصنّف گرامر کے اُصولوں کی پابندی اور مناسب الفاظ کی تلاش کا خاص طور پر لحاظ رکھتا ہے۔ اُسے یُونانی زبان پر خاص عبُور حاصل ہے وہ بہت ہی خوش تقریر اور فصیح البیان معلوم ہوتا ہے۔ نیز پولُس گلتیوں کے نام کے خط کے پہلے باب کی بارھویں آیت میں لکھتا ہے کہ جو خوشخبری مَیں دیتا ہوں مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ ہی مجھے سکھائی گئی ہے۔ بلکہ یسُوع مسیح کی طرف سے مجھے اُس کا مکاشفہ حاصل ہُوا۔ لیکن عبرانیوں کے نام کے خط کا مصنّف دوسرے باب کی تیسری آیت میں کہتا ہے کہ مَیں نے نجات کا بیان یسُوع خُداوند کی آواز سُننے والوں سے پایا ہے۔ وہ خود مسیح کی آواز سُننے والا نہیں تھا۔ اور قدیم زمانہ میں بھی بہت سے لوگ اس بات کے قائل تھے۔ کہ پولُس اس خط کا مصنّف نہیں ہے۔

اگر پولُس خود اِس خط کا مصنّف نہیں۔ تو اُس کے ساتھیوں میں سے کوئی ضرور اِس خط کا مصنّف ہے۔ تیرھویں باب کی تیئیسویں آیت میں ہمارے بھائی تمیتھیس کا ذکر ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ تمیتھیس پولُس کا ساتھی اور شاگرد تھا۔ افریقہ میں لوگ کہا کرتے تھے کہ برنباس اس خط کا مصنّف ہے۔ اور جس طرح یہ مصنّف یہُودی مذہب کی رسومات سے خُوب واقف تھا۔ اِسی طرح برنباس لاوی ہونے کی وجہ سے یہُودی مذہب کی رسومات سے خُوب واقف تھا۔ اور برنباس جو نصیحت کا بیٹا کہلاتا ہے۔ ایسے خط کا مصنّف ہو سکتا ہے۔ مارٹن لوتھر کا خیال یہ ہے۔ کہ اپلوس اِس خط کا مصنّف ہے۔ اعمال کے اٹھارویں باب کی چوبیسویں آیت میں ذکر ہے۔ کہ اپلوس خُوش تقریر اور کتابِ مقدس کا ماہر تھا۔ اور اِس خط کا مصنّف ضرور خُوش تقریر تھا۔ اور

کتابِ مقدس کا ماہر بھی - کیونکہ اس خط میں پُرانے عہد نامہ سے بہت سی آیات اقتباس کے طور پر لی گئی ہیں - بعض کہتے ہیں کہ لوقا اس خط کا مصنّف ہے - اور لوقا کی انجیل اور اعمال کی طرزِ تحریر اور اس خط کی طرزِ تحریر میں کچھ مشابہت پائی جاتی ہے - لیکن فرق بھی بہت ہے - پھر بعض قیاس کرتے ہیں کہ سیلاس اس خط کا مصنّف ہے - جب پطرس نے اپنا پہلا خط لکھا - تو سیلاس نے لکھنے کے کام میں پطرس کا ہاتھ بٹایا - اور پطرس کے پہلے خط اور عبرانیوں کے نام کے اِس خط میں چند ایک مشابہتیں پائی جاتی ہیں - قدیم الایّام میں ایک بزرگ نے فرمایا "کہ صرف خُدا ہی جانتا ہے - کہ یہ خط کس نے تحریر کیا" - ان باتوں پر غور کرتے وقت ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہُوا - کہ اِس خط کا مصنّف بڑا رسول یا کلیسیاء کا بزرگ نہیں - شاید وہ کوئی معمولی آدمی تھا - جس کا نام بھی لوگ بھول گئے - مگر خُدا کے پاک روح نے ایسے گمنام آدمی کی معرفت ایسی عمدہ باتیں ہمارے فائدہ کے لئے پیش کیں - اُس کا نام نہ معلوم ہونے کے باعث ہم خُدا کے نام کو اور بھی جلال دینے کو تیار ہو جاتے ہیں -

کب لکھا؟ :- دوسرے باب کی تیسری آیت میں مذکور ہے کہ "جس کا بیان پہلے خُداوند کے وسیلہ سے ہُوا - اور سُننے والوں سے ہمیں پایۂ ثبوت کو پہنچا" اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے - کہ نہ تو مصنّف نے اور نہ پڑھنے والوں نے خود مسیح کی آواز سُنی - اور پڑھنے والے کچھ دیر سے مسیحی تھے - لکھا ہے - کہ "وقت کے خیال سے تو تمہیں اُستاد ہونا چاہئے تھا" (عبرانی $\frac{۵}{۱۲}$) اور مصنّف پہلے دنوں کا ذکر کرتا ہے - کہ تم نے منوّر ہونے کے بعد دُکھ کی بڑی کھکھیڑ اُٹھائی - (عبرانیوں $\frac{۱۰}{۳۲}$) ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط مسیحیت کے ابتدائی ایّام کے چندے بعد تحریر ہُوا ہے - شاید سنہ ۶۰ء کے بعد - اور اس میں ذکر آتا ہے کہ

قربانیاں اُس وقت تک سال بسال گزرانی جاتی تھیں۔ (عبرانی ۱۰:۱-۴) بیشک یہودیوں کا عہد پُرانا ہو کر مٹنے کو تھا۔ (عبرانی ۸:۱۳) ۷۰ء میں جبکہ اہلِ رُوما نے یروشلیم کی ہیکل کو تباہ کیا۔ اُنہوں نے یہودیوں کی قربانیوں کو بند کیا غالباً یہ خط ہیکل کی تباہی سے پیشتر لکھا جا چکا تھا۔ ورنہ اس تباہی کا اس میں ضرور ذکر ہوتا۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس خط کا سنِ تصنیف ۶۰ء اور ۷۰ء کے مابین ہے۔

کسے لکھا؟ - نئے عہد نامہ کے قدیم نسخوں میں اس خط میں عبرانیوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ پڑھنے والے (قارئین) ان یہودیوں یا عبرانیوں میں سے تھے۔ جو مسیحی ہو گئے تھے۔ اور خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ خط ایک خاص جماعت کی طرف بھیجا گیا تھا۔ نہ کہ سب مسیحی عبرانیوں کی طرف۔ خاص جماعت ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ خط میں ذکر ہے کہ اس جماعت نے اپنی مسیحیت کے ابتدائی ایام میں بہت دُکھ اُٹھایا اور اُن ہی دنوں میں وہ بہت سرگرم بھی تھے۔ لیکن اِن دنوں کے بعد ان کی ترقی رُک گئی۔ اور اب جبکہ وقت کے لحاظ سے انہیں اُستاد ہونا چاہیئے تھا۔ اس بات کی حاجت تھی کہ کوئی شخص خُدا کے کلام کے ابتدائی اُصول اُنہیں پھر سکھائے (عبرانی ۵:۱۲) یہ جماعت کون سے شہر میں تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ اطالیہ میں تھی۔ کیونکہ چودھویں باب کی چوبیسویں آیت میں لکھا ہے۔ کہ اطالیہ والے تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اس خیال کے مطابق یہ اطالیہ والے سپاہی یا سرکاری ملازم تھے جو کسی دوسرے مُلک میں کام کرتے تھے۔ اور اپنے بھائیوں کو جو اطالیہ میں ہیں سلام بھیجتے ہیں۔ برعکس اس کے بعض کہتے ہیں۔ کہ مصنف اطالیہ میں تھا اور پڑھنے والے کسی دوسرے ملک میں تھے۔ مثلاً بعضوں کا خیال ہے کہ یہ جماعت ایشیا میں تھی۔ کیونکہ ان عبرانیوں میں ایک بدعت معلوم ہوتی ہے جو کلسے کی کلیسیا

میں بھی پائی جاتی تھی۔ نیز بعض کا قیاس ہے کہ یہ کلیسیاء مصر میں تھی۔ کیونکہ جو یہودی مصر میں رہتے تھے۔ اُنہیں ایسی باتوں سے خاص دلچسپی تھی۔ لیکن سب سے غالب خیال یہ ہے کہ یہ جماعت ملک فلسطین کے کسی شہر میں تھی۔ شاید خاص شہر یروشلیم میں تو نہیں تھی کیونکہ یروشلیم کی جماعت میں سنہ ۷۰ء تک ضرور بعض مسیحی تھے۔ جنہوں نے اپنے کانوں سے مسیح کی آواز سُنی تھی۔ لیکن فلسطین وہ مُلک تھا جس میں عبرانی لوگ اس آزمائش کو محسوس کرتے تھے۔ کہ وہ مسیح سے پھر کر یہودیوں کی رسومات پھر منانا شروع کریں۔ پس ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ یہ جماعت فلسطین کے کسی شہر میں تھی۔

کس مقصد سے لکھا؟ ان دنوں میں ان عبرانی مسیحیوں کے لئے تین خاص آزمائشیں تھیں (۱) خطرہ تھا کہ وہ پھر یہودی ہو جائیں۔ اُن کے بھائی اور رشتہ دار یہودی تھے۔ اور وہ خود اپنی یہودی رسومات اور پُرانے دستوں کو عزیز رکھتے تھے۔ ان دنوں میں بھی ایک نئی قسم کی یہودیت تھی۔ جو ناستکی یہودیت کہلاتی تھی۔ اور اس میں یہودیت مسیحیت اور یُونانی فلسفی کی سب خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ شاید یہ وہ مختلف اور بیگانی تعلیمیں ہیں۔ جن کا ذکر تیرھویں باب کی نویں آیت میں پایا جاتا ہے۔ باوجود اس کے عبرانی مسیحی پُرانی یہودیت کی طرف کھنچے جاتے تھے۔ (۲) خطرہ تھا۔ کہ وہ ستائے جانے اور ایذا اُٹھانے سے مایوس ہو جائیں اور اپنی نجات سے غافل ہو جائیں۔ وہ دن سخت ایذا کے دن تھے۔ اور خاص طور پر عبرانی مسیحیوں کے لئے۔ (۳) خطرہ تھا کہ مسیحیت کی ابتدائی باتوں سے مطمئن ہو کر کامل مسیحی نہ بنیں۔ اگر وہ نام کے مسیحی ہوتے تو شاید ان کے بھائی اُن کو اتنا دُکھ نہ دیتے۔ ملکِ فلسطین میں شاید یہ خطرہ زیادہ تھا۔ کہ عبرانی لوگ نیم مسیحی اور نیم یہودی ہو جاتے۔ پس مصنف اُنہیں ترغیب

دیتا ہے۔ کہ وہ ترقی کر کے خدا کی مرضی کے مطابق کاملیت تک پہنچیں۔

ان خطروں سے بچنے کے لئے مصنف اپنا مضمون پیش کرتا ہے یعنی یہودیت پر مسیحیت کی فوقیت۔۔۔ مسیح ہر طرح سے یہودیوں کے بزرگوں۔ ہاں فرشتوں سے اعلےٰ ہے۔ یہودیوں کی رسومات مسیحیت کی حقیقتوں کا عکس ہیں۔ مسیح نے بھی دُکھ سہا اور دکھوں کے ذریعے کامل بنا۔ جو ان کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ اپنے ایمان سے کبھی نہ پھرینگے۔

ہم جو بیسویں صدی کے لوگ ہیں۔ پھر یہودی بننا نہیں چاہتے لیکن بعض اوقات ہم بھی مسیحی حقیقت کی بہ نسبت اپنی پُرانی رسومات اور دستوروں کی قدر کرتے ہیں۔ ہم بھی دُکھ اُٹھا اُٹھا کے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اور ہم کبھی اپنی ابتدائی حالت سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ نام کا مسیحی ہونا ہمارے لئے کافی ہے۔ اور ہم کامل بننا نہیں چاہتے۔ لیکن اگر مسیح ہمارے دلوں میں افضل جگہ پائے تو ہم کبھی ان خطروں سے بچ جائیں گے۔ اور اس خط کا مقصد یہ ہے کہ ہم جلالی مسیح کو دیکھتے ہوئے اُس کی کاملیت میں شامل ہو جائیں۔ اس طرح ہم اس زندگی میں ایمان کے ساتھ اپنے دُکھ اٹھائیں گے اور آخر کار مسیح کے ساتھ آسمان کے آرام میں داخل ہونگے۔

اس کورس میں چھ حصّے ہوں گے۔ اور ہر ایک حصہ کا مضمون ذیل میں درج ہے۔

۱۔ مسیح فرشتوں سے افضل ہے (باب ۱-۲)

۲۔ مسیح موسےٰ سے افضل ہو کے اپنے لوگوں کو آرام بخشتا ہے۔ (باب ۳-۴: ۱۳)

۳۔ مسیح ہارون سے افضل ہو کر ملک صدق کی طرح عالمگیر اور باافتیار سردار کاہن ہے (باب ۴: ۱۴-۷)

۴۔ مسیح کی کہانت ہر طرح سے مکمل ہے اور اس کے ذریعے گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے۔ (باب ۸۔۱۰ : ۱۸)

۵۔ ان تعلیمات کا مسیحیوں کی زندگی پر اثر۔ ا۔ ایمان۔ ب۔ دکھ اٹھانا۔ (باب ۱۰ : ۱۹۔۱۲ : ۱۳)

۶۔ ان تعلیمات سے مختلف سبق (باب ۱۲۔۱۴ : ۱۳)

ہر حصہ کے بیچ میں چند آگاہی اور معلومات کی آیتیں بھی پائی جاتی ہیں۔

۱

مسیح فرشتوں سے افضل ہے

(باب ۱، ۲)

خلاصہ :-

سنہلی آیت :- عبرانیوں ۲ : ۹۔ "البتہ اس کو دیکھتے ہیں۔ جو فرشتوں سے کچھ ہی کم کیا گیا یعنی یسوع کہ موت کا دکھ سہنے کے سبب جلال اور عزت کا تاج اسے پہنایا گیا ہے تاکہ خدا کے فضل سے وہ ہر ایک آدمی کے لئے موت کا مزہ چکھے"

ا۔ دیباچہ (۱ : ۱۔۳) ا۔ خدا نے پرانے عہد نامہ میں حصہ بہ حصہ اور طرح بہ طرح مختلف نبیوں کی معرفت کلام کیا۔ نئے عہد نامہ میں مکمل کلام بیٹے کی معرفت (۱) بیٹے کی صفات۔ ا۔ خدا نے بیٹے کو ساری چیزوں کا وارث ٹھہرایا۔ (۲) خدا نے مسیح کے وسیلے سے عالم بھی پیدا کئے۔ (۳) مسیح خدا کے جلال کا

۴۔ مسیح کی کہانت ہر طرح سے مکمل ہے اور اس کے ذریعے گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے۔ (باب ۸۔۱۰ : ۱۸)

۵۔ ان تعلیمات کا مسیحیوں کی زندگی پر اثر۔ الف۔ ایمان۔ ب۔ دکھ اٹھانا۔ (باب ۱۰ : ۱۹۔۱۲ : ۱۳)

۶۔ ان تعلیمات سے مختلف سبق (باب ۱۲۔۱۴ : ۱۳)

ہر حصّہ کے بیچ میں چند آگاہی اور معلومات کی آیتیں بھی پائی جاتی ہیں۔

۱

مسیح فرشتوں سے افضل ہے

(باب ۱، ۲)

خلاصہ :۔

سنہلی آیت :۔ عبرانیوں ۲ : ۹۔ "البتہ اس کو دیکھتے ہیں۔ جو فرشتوں سے کچھ ہی کم کیا گیا یعنی یسوع کہ موت کا دکھ سہنے کے سبب جلال اور عزت کا تاج اسے پہنایا گیا ہے تاکہ خدا کے فضل سے وہ ہر ایک آدمی کے لئے موت کا مزہ چکھے"۔

الف۔ دیباچہ (۱ : ۱۔۳) ا۔ خدا نے پرانے عہد نامہ میں حصہ بہ حصہ اور طرح بہ طرح مختلف نبیوں کی معرفت کلام کیا۔ نئے عہد نامہ میں مکمل کلام بیٹے کی معرفت

(ii) بیٹے کی صفات۔ ۱۔ خدا نے بیٹے کو ساری چیزوں کا وارث ٹھہرایا۔ (۲) خدا نے مسیح کے وسیلے سے عالم بھی پیدا کئے۔ (۳) مسیح خدا کے جلال کا

د۔ مسیح فرشتوں سے افضل ہے:۔ (باب ۱-۲)

و۔ دیباچہ (باب ۱ آیتیں ۱-۳)

پہلے باب کی پہلی تین آیتیں ایک قسم کا دیباچہ ہیں۔ جن میں ذکر ہے۔ کہ پرانے عہد نامہ میں اور نئے عہد نامہ میں کیا فرق ہے۔ اور مسیح میں کون سی خاص صفات موجود ہیں۔

احکام کے لحاظ سے۔ زمانہ کے لحاظ سے اور کلام کرنے والوں کے لحاظ سے نیا عہد نامہ پرانے عہد نامہ سے مختلف ہے۔ احکام کے طریقے کے لحاظ سے خُدا نے پرانے عہد نامہ میں حصّہ بہ حصہ اور طرح بہ طرح کلام کیا۔ ہر ایک زمانہ کی ضرورت کے مطابق کلام کا تھوڑا بہت حصّہ ملتا رہا۔ لیکن اُس زمانہ میں مکمل کلام نہیں ملا۔ نئے عہد نامہ میں کلام مجسّم ہُوا۔ اور مکمل کلام مسیح کی معرفت ظاہر کیا گیا۔ زمانہ کے لحاظ سے پرانا عہد نامہ اگلے زمانہ میں یعنی قدیم زمانہ میں بنا۔ لیکن نیا عہد نامہ اس زمانہ کے آخر میں آیا۔ سو وہ اس زمانہ کے لئے سب سے مُفید کلام ہے۔ اور کلام کرنے والوں کے لحاظ سے خدُا نے پرانے عہد نامہ میں بہت سے مختلف نبیوں کی معرفت کلام کیا۔ لیکن نئے عہد نامہ میں اُس نے اپنے اکلوتے بیٹے کی معرفت کلام کیا۔

اور جب دوسری آیت میں بیٹے کا ذکر آتا ہے مصنّف فوراً بیٹے کی صفات کو مختصراً بیان کرتا ہے۔ کیونکہ ساری مسیحیت بیٹے پر منحصر ہے۔ دوسری اور تیسری آیات میں وہ بیٹے کے بارے میں سات باتیں پیش کرتا ہے۔

۱۔ خُدا نے بیٹے کو ساری چیزوں کا وارث ٹھہرایا:۔ بیٹے کا حق تھا۔ کہ وہ شروع ہی سے سب چیزوں کو میراث میں لے۔ کیونکہ اُس نے سب چیزوں کو پیدا کیا۔ لیکن مصنّف کو معلوم ہے۔ کہ دُنیا نے مسیح سے بغاوت

کی۔ اور اس لئے سب چیزیں اس کے تابع نہیں ہیں۔ لیکن اب تک اس کا حق ہے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہو جائے۔ سو مسیح وارث کہلاتا ہے۔

۲۔ خُدا نے مسیح کے ذریعے عالم بھی پیدا کئے:۔ یُوحنّا بھی کہتا ہے کہ "ساری چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں"۔ لیکن جس یونانی لفظ کا ترجمہ یہاں 'عالم' کیا گیا ہے۔ اس کا بہتر ترجمہ "زمانوں کا سلسلہ" ہوگا۔ مثلاً شریعت کا زمانہ فضل کا زمانہ۔ جلال کا زمانہ۔ سب مسیح کے پیدا کردہ ہیں۔ مسیح نے اُنہیں ترتیب وار پیدا کیا۔

۳۔ مسیح خُدا کے جلال کا پرتو ہے:۔ جیسے سورج سے پُرنُور شُعاعیں نکلتی ہیں۔ ویسے ہی خُدا کے جلال کا نُور یسُوع مسیح کے چہرے میں جلوہ گر ہے۔

۴۔ مسیح خُدا کی ذات کا نقش ہے:۔ جس طرح نقش اور مہر میں مشابہت ہوتی ہے۔ ویسے ہی مسیح اور خُدا میں مشابہت ہے۔

۵۔ مسیح سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے:۔ وہ نہ صرف دُنیا کو پیدا کرنے والا ہے۔ بلکہ دُنیا کا انتظام کرنے والا بھی ہے جس سے سب چیزیں پرورش پاتی ہیں۔

۶۔ مسیح گناہوں کو دھو چکا ہے:۔ یہ اس کی صلیبی موت کا مقصد تھا اور جس کے ذریعے اُس کو ایک نیا رتبہ ملا۔ وہ پہلے ہمارا پیدا کرنے والا تھا اور نیز ہمارا سنبھالنے والا۔ لیکن اب وہ ہمارے دِلوں کا بادشاہ بھی بن گیا ہے۔

۷۔ مسیح عالمِ بالا پر کبریا کی دہنی طرف جا بیٹھا ہے:۔ اب وارث تو نہیں بلکہ بادشاہ بن گیا ہے۔ جو اُس کا پہلا حق تھا۔ اب اُسے میراث میں مِل چکا ہے کسی نے کہا ہے کہ ان دو آیتوں میں مسیح کے تین خاص کاموں کا ذکر ہے

وہ نبی کا کام کرتا ہے۔ کیونکہ خُدا نے ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا۔ وہ کاہن کے کام کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے گناہوں کو دھویا۔ وہ بادشاہ کا کام کرتا ہے کیونکہ وہ عالم بالا پر کبریا کی دہنی طرف جا بیٹھا۔ نبوت۔ کہانت۔ بادشاہت یہ تینوں مسیح کے خاص کام ہیں۔ جن کا پیشتر ذکر اس خط میں ہے۔

ب۔ مسیح فرشتوں سے بزرگ ہے:۔ پُرانا عہد نامہ اس بات کا ثبوت ہے (۱:۴-۱۴)

چوتھی آیت میں اس حصہ کا خاص مضمون شروع ہوتا ہے۔ یعنی مسیح فرشتوں سے بزرگ ہے۔ یہ خط عبرانیوں کی طرف لکھا گیا۔ اور جو دلائل مصنّف پیش کرتا ہے وہ یہودیوں کی پاک کتاب میں سے یعنی پُرانے عہد نامہ میں سے اقتباس کے طور پر لی گئی ہیں۔ جب ہم مسلمانوں کے سامنے قُرآن شریف سے کوئی دلیل پیش کرتے ہیں۔ تو وہ اُن کے دلوں پر اثر کرتی ہے۔ سو پرانے عہد نامے کے الفاظ عبرانی مسیحیوں کے دل پر بہت اثر کرتے تھے۔ اگر ہم پرانے عہد نامہ کا زیادہ مطالعہ کریں تو شاید اس خط کا اثر ہمارے دلوں پر بھی زیادہ ہوگا۔

اب یہ دلیلیں کیا ہیں؟

۱۔ مسیح نے فرشتوں کی بہ نسبت افضل نام پایا۔ یعنی خُدا کے بیٹے کا نام:۔

جب مسیح نے بپتسمہ لیا اور جب پہاڑ پر مسیح کی صورت بدلی۔ دونو موقعوں پر آسمان سے یہ آواز آئی۔ کہ "یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ جس سے میں خوش ہوں" سو جو نبوتیں زبور ۲:۷ اور ۲ سموئیل ۷/۱۴ میں پائی جاتی ہیں مسیح میں پُوری ہوئیں۔ محض وہی خُدا کا بیٹا کہلا سکتا ہے۔

۲۔ فرشتے مسیح کو سجدہ کرتے ہیں:۔ شاید یہ نبوت زبور ۹۷:۷ کا ترجمہ ہے۔ لیکن یونانی عہدِ عتیق میں ایک ایسی نبوت استثنا ۳۲/۴۳ کے بعد پائی جاتی ہے۔ اور یہ نبوت پوری ہوئی جبکہ مسیح کی پیدائش کے موقعے پر فرشتوں نے

اُس کی حمد کی۔ خُدا دُنیا کی پیدائش کے موقعہ پر پہلوٹھے کو پہلی دفعہ دنیا میں لایا۔ مسیح کی پیدائش کے موقعہ پر وہ پہلوٹھے کو پھر دنیا میں لاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس آیت میں دوسری آمد کا ذکر ہے جب مسیح اپنے فرشتوں کے ساتھ پھر آئیگا۔

۳۔ فرشتے بدلنے والی ہستیاں ہیں۔ مسیح لاتبدیل اور قائم رہتا ہے:۔ ۱:۷؛۴ میں ذکر ہے کہ فرشتے ہواؤں اور آگ کے شعلہ کی مانند ہیں۔ وہ ایسی چیزیں ہیں جو ہر دم تبدیل ہونے والی ہیں۔ لیکن مسیح میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ "یشوع مسیح کل اور آج بلکہ ابد تک یکساں ہے"۔ اور نہ صرف فرشتے تبدیل ہونے والے ہیں آسمان اور زمین بھی نیست ہو جائیں گے۔ اور پوشاک کی طرح پُرانے ہو جائینگے۔ لیکن مسیح وہی ہے۔ ان باتوں کے ثبوت میں مصنف زبور ۴۵: ۶ اور زبور ۱۰۲: ۲۵ سے اقتباس کے طور پر آئتیں لیتا ہے۔

۴۔ مسیح بادشاہ ہے۔ فرشتے خدمتگزار روحیں ہیں:۔ نہ صرف زبور ۴۵: ۶ میں مسیح کی بادشاہی کا ذکر ہے۔ بلکہ زبور ۱۱۰ میں خُدا اپنے مسح شُدہ مسیح سے فرماتا ہے۔ "تو میری دہنی طرف بیٹھ جا جب تک کہ میں تیرے دُشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی نہ کر دُوں"۔ ۱۱۰ زبور سے اس خط میں بہت سی آئتیں لی گئی ہیں۔ ہمیں اس زبور پر غور کرنا چاہئے۔ کیونکہ جیسے اس خط میں مسیح کی بادشاہت اور کہانت کا بیان ہے۔ ویسے ہی اُس زبور میں اس بادشاہت اور کہانت کا ذکر ہے۔

ج:۔ غفلت کے بارے میں آگاہی:۔ (باب ۲: ۱-۴) شروع میں ہم نے کہا تھا کہ اس خط کے ہر مضمون میں چند آیات ایسی ہیں جو آگاہی کے اور ملامت پر مشتمل ہیں اور اس سے پہلے مضمون میں اس خط کے دوسرے

باب کی پہلی چار آئتیں ایسی آئتیں ہیں۔ یہودی کہتے تھے کہ توریت فرشتوں کی معرفت موسےٰ کو ملی۔ کتابِ مقدس میں ایسا ذکر نہیں۔ مگر یہودیوں میں یہ عام مقولہ تھا۔ اور توریت میں ہر قصور اور ہر نافرمانی کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ملا۔ توریت میں مقررشدہ سزا سے کوئی رہائی ممکن نہ تھی۔ اس لئے مصنف کہتا ہے کہ توریت فرشتوں کی معرفت ہمیں ملی۔ اگرچہ فرشتے خُدا کے بیٹے نہیں۔ مسیح کو سجدہ کرتے ہیں۔ بدلنے والی ہستیاں ہیں۔ بادشاہ نہیں بلکہ خدمت گزار ہیں۔ وُہ ان سب باتوں میں مسیح سے بہت ہی کم ہیں۔ تو بھی ہر ایک کو جس نے توریت کے حکموں کی نافرمانی کی۔ اُس کو ٹھیک بدلہ ملا۔ ہماری نجات کی انجیل لامبدل خدا کے بیٹے کی معرفت آئی۔ تو اتنی بڑی نجات سے غافل ہو کر ہم کیونکر بچ سکتے ہیں۔ اس نجات کا بیان مسیح کے وسیلہ ہمیں پہنچا۔ بے شک اس خط کا مصنّف اور پڑھنے والے خود مسیح کے کلام کے سننے والے نہیں لیکن انہوں نے مسیح کے شاگردوں سے یہ کلام سُنا۔ مسیح اور اس کے رسولوں کے کلام کے ساتھ خدا نے معجزے اور روح القدس کی عجیب نعمتیں ظاہر کیں۔ جن کا ذکر چاروں انجیلوں اور اعمال الرسل میں پایا جاتا ہے۔ یہ کیسی عجیب نجات ہے۔ اور آج بھی مصنّف کی باتیں ہمارے لئے اُسی طرح سچ ہیں۔ ہم اتنی بڑی نجات سے غافل ہو کر ہم کیونکر بچ سکتے ہیں۔ ہم ان باتوں پر غور کریں۔ اور سچے دِلوں سے مسیح کی نجات کو قبول کریں۔

د: فرشتے نہیں بلکہ مسیح آنیوالے جہان پر حکومت کرتا ہے اور اپنے دُکھوں کے ذریعے وہ اپنے بھائیوں کو اپنے جلال میں لے پہنچاتا ہے (باب ۲: ۵-۱۸) آگاہی کی ان آیتوں کے بعد مصنّف کہتا ہے کہ مسیح پانچویں لحاظ میں فرشتوں سے افضل ہے۔ اس بات کا ذکر دوسرے باب کی پانچویں

آیت سے باب کے آخر تک پایا جاتا ہے۔ خدا نے آنیوالے جہان کو فرشتوں کے تابع نہیں بلکہ مسیح کے تابع کیا۔ ان دنوں میں بہت سے مذہبوں کی تعلیم یہ تھی۔ کہ خدا نے آنیوالے جہان کو روحانی ہستیوں کے ہاتھوں میں سونپ دیا ہے۔ جو یہودی فرشتوں کی مانند تھیں اور لوگ ان ہستیوں سے بہت ڈرتے تھے۔ فرشتوں کی طرح یہ ہستیاں تبدیل ہونیوالی تھیں۔ اُن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے بنی نوع انسان کو اُن سے ڈرنا چاہیئے۔ لیکن خدا کے کلام میں کہیں مذکور نہیں۔ کہ خُدا نے فرشتوں کو اپنے کاموں پر اختیار دیا۔ آٹھویں زبور میں آیا ہے کہ خُدا نے انسان کو فرشتوں سے کچھ کم بنایا۔ تاہم خُدا نے انسان کو سب چیزوں پر اختیار بخشا۔ اس ثبوت میں کس جہان کا ذکر ہے؟ اس جہان کا یا آنے والے جہان کا۔ اس جہان میں خُدا نے انسان کو فرشتوں سے کچھ ہی کم کیا یا کسی یونانی ترجمہ کے مطابق خُدا نے انسان کو فرشتوں سے تھوڑی دیر کے لئے کم کیا۔ سب چیزیں تابع کر کے انسان کے پاؤں تلے نہیں کر دیں سو اس نبوت کا آخری حصہ آنیوالے جہان کی بابت ہے۔ اور مصنف کہتا ہے کہ یہ نبوت پہلے مسیح میں پوری ہو گئی ہے۔ مسیح وہی انسان ہے۔ جو فرشتوں سے کم کیا گیا۔ اور جو آخر کو خدا کی دہنی طرف بیٹھ کے سب چیزوں پر اختیار رکھتا ہے۔ لیکن مسیح اپنے اختیار سے راضی نہیں وہ چاہتا ہے کہ میرے بھائی بھی یعنی بنی آدم میرے جلال میں داخل ہو کر میرے اختیار اور حکومت میں بھی شامل کئے جائیں۔ جب وہ تخت پر بیٹھتا ہے۔ وہ فرشتوں کو نہیں بلاتا۔ کہ وہ اس کی حکومت میں شامل ہوں بلکہ آیت میں ذکر ہے۔ مسیح ابراہیم کی نسل کا یعنی بنی نوع انسان میں سے اپنے چنے

ہوئے لوگوں کا ساتھ دیتا ہے۔ اور اُنہیں بھائی کہنے سے نہیں شرماتا سو وہ اپنے انسانی بھائیوں کو اپنے اختیار میں شامل کرتا ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کو خدا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور یسعیاہ نبی کی طرح کہتا ہے دیکھ میں اُن لڑکوں سمیت جنہیں خُدا نے مجھے دیا (یسع ۸/۱۸) سو آنیوالے جہاں میں نہ صرف مسیح بلکہ مسیح کی جماعت بھی فرشتوں سے افضل ہے۔

اگر مسیح اکیلا ہو کے جلال میں داخل ہوتا۔ تو شاید اُسے دُکھ سہنا نہ پڑتا۔ لیکن مسیح نے چاہا کہ میرے ساتھ میرے بھائی بھی جلال میں داخل ہوں۔ اور اس کام کو پورا کرنے کے لئے مسیح نے سوائے گناہ کے انسانی زندگی کے سب واقعات میں حصّہ لیا۔ اس لئے پاک کرنے والا۔ یعنی مسیح اور پاک ہونے والا یعنی مسیح کی جماعت ایک ہی نسل سے ہیں۔ پس ہم سوال کر سکتے ہیں کہ مسیح کن باتوں میں ہمارا شریک ہوا۔

(۱) **مسیح ہمارے دُکھوں میں شامل ہوا**:۔ دسویں آیت میں مذکور ہے کہ مسیح کو یہ مناسب تھا۔ کہ وہ دکھوں کے ذریعے اپنے آپ کو کامل کرے تاکہ وہ اسی طرح اپنے لوگوں کی نجات کا بانی ہو۔ یہ کیسی کاملیت تھی؟ عدم گناہ کی کاملیّت نہیں کیونکہ زندگی کی ابتدا ہی میں مسیح بے گناہ تھا۔ آسمانی جلال کی کاملیت بھی نہیں کیونکہ اس نے شروع میں اس جلال کے اعتبار سے اپنے آپ کو خالی کر دیا۔ یہ کاملیت اس بات پر منحصر تھی کہ اس کا مقصد پورا یا مکمل ہو جائے۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ بہت سے بھائیوں کو جلال میں داخل کرے۔ اور ایسی کاملیت محض دکھوں کے ذریعے ممکن تھی۔

(۲) **مسیح ہماری عبادت میں شامل ہوا**:۔ وہ انسان ہو کے باقی انسانوں

کی طرح خُدا سے دُعا مانگتا رہا۔ پس زبور ۲۲ : ۲۲ میں آیا ہے" تیرا نام میں اپنے بھائیوں سے ظاہر کرونگا۔ کلیسیا میں تیری حمد کے گیت گاؤنگا "
(۳) اور مسیح ہمارے ایمان میں شامل ہُوا :۔ اس خط کے گیارھویں باب میں ایمان کا واضح بیان ہے۔ لیکن یہاں بھی مسیح اقتباس کے طور پر یسعیاہ (۸: ۷) پیش کرتا ہے۔ کہ "میں اُس پر یعنی خُدا پر بھروسہ رکھوں گا " اس بات میں بھی وہ اپنے بھائیوں کی مانند بن گیا۔
(۴) مسیح ہماری جسمانی حالت میں شریک ہُوا :۔ وہ ہمارے خون اور گوشت میں شریک تھا۔ بعض ناسٹکی کہتے تھے کہ مسیح ہرگز مجسم نہیں ہُوا۔ وہ رُوح اللہ اور ہمیشہ تک رُوح ہی رہا بعض مسلمان بھی ایسا خیال آج تک رکھتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت مسیح کے جسم نے ہماری جسمانی آزمائشوں اور کمزوریوں کو خود محسوس کیا۔
(۵) اور خاص کر مسیح ہماری موت میں شامل ہُوا۔ انسان کو موت ایسی قوت معلوم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان خُدا کے جلال میں کبھی داخل ہو نہیں سکتا۔ لیکن مسیح کا کام تھا۔ کہ وہ ہر ایک آدمی کے لئے موت کا مزہ چکھے۔ (آیت ۹) اُس کا کام یہ بھی تھا کہ موت کے وسیلے سے اُس کو جسے موت پر قُدرت حاصل تھی۔ یعنی ابلیس کو تباہ کرے (آیت ۱۴) اور اُس کا کام یہ بھی تھا کہ موت کے وسیلے سے اُنہیں چھڑائے جو عمر بھر موت کے ڈر سے غُلامی میں گرفتار رہے (آیت ۱۵) اور یہ سب بنی نوع انسان کی عام حالت ہے۔ اور اپنی موت کے وسیلہ سے مسیح نے اُمت کے گناہوں کا کفارہ دیا۔

اِن باتوں پر بحث کرنے کے بعد مصنف کہتا ہے۔ کہ مسیح ایک رحم دل اور

دیانت دار سردار کاہن بنا۔ باقی ابواب میں اُس کی کہانت کا اکثر بیان آئیگا۔ ہم آج اس بات کو یاد کریں کہ مسیح ہمارے دُکھوں میں ہمارے ایمان میں ہماری جسمانی حالت میں اور ہماری موت میں شامل ہُوا۔ تاکہ اس پوری شمولیت سے اُس کا مقصد پُورا ہو۔ اور اُس کا مقصد یہ تھا۔ کہ وُہ اپنے بھائیوں کو جن کی کمزوریوں میں وہ شریک ہُوا۔ اپنے جلال میں بھی داخل کرے تاکہ وہ اُس کے آسمانی اختیار میں بھی حصے دار ہوں۔ ہمارا رُتبہ آنے والے جہان میں کیسا اعلےٰ رُتبہ ہے بھائیو! اتنی بڑی نجات سے غافل ہو کر ہم کیونکر بچ سکتے ہیں۔؟

۔۲۔

مسیح موسیٰ سے افضل ہو کے اپنے لوگوں کو آرام بخشتا ہے

(باب ۳-۴: ۱-۱۲)

پہلی آیت:۔ (۴: ۱۱) "پس آؤ ہم اس آرام میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ تاکہ اُن کی طرح نافرمانی کر کے کوئی شخص گر نہ پڑے۔

(ا) یسُوع موسےٰ سے بزرگ تر اور اعلےٰ درجہ کا ہے۔ (۳: ۱-۶) موسےٰ خُدا کے گھر کا حصہ تھا۔ مسیح خُدا کے گھر کا بنانے والا تھا۔ (۲)۔ موسےٰ بہت سے نوکروں میں سے محض ایک نوکر تھا۔ مسیح گھر کا مختار ہے۔
(۳) موسےٰ خادم تھا۔ لیکن مسیح بیٹا ہے۔

(ب) مصنف آگاہی دیتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم سخت دلی اور بے ایمانی

کی وجہ سے خُدا کے گھر میں داخل ہونے نہ پائیں۔ (۳ : ۷ - ۹) بنی اسرائیل کے تین گناہوں نے اُنہیں مُلکِ موعود میں داخل ہونے نہ دیا۔ یعنی سخت دلی۔ نافرمانی۔ بے ایمانی۔ خبردار تم میں سے کسی کا ایسا بُرا اور بے ایمان دل نہ ہو۔ جو زندہ خُدا سے پھر جائے۔

(ج) خدا کے لوگوں کے واسطے سبت کا آرام باقی ہے (۴ : ۱ - ۱۳)

۱۔ چار آراموں کا ذکر۔ خُدا نے پیدائش کے بعد آرام کیا۔ خُدا نے اپنے لوگوں کو ساتویں دن کا آرام دیا۔ بنی اسرائیل نے مُلکِ موعود میں آرام پایا۔ آسمان کا آرام خُدا کی اُمت کے لئے باقی ہے۔

۲۔ اس آسمانی آرام میں داخل ہونے کے لئے ایمان اور کوشش کی بہت ضرورت ہے۔

۳۔ خُدا کا کلام ایک دودھاری تلوار ہے۔ جو ایمان داروں کو بے ایمانوں سے بالکل الگ کرتا ہے۔ اور وہ انسان کے دل کو بتلاتا ہے کہ ہم کس گروہ کے ہیں۔ ایمان داروں کے یا بے ایمانوں کے۔

۱۔ یشوع موسےٰ سے بزرگ تر اور اعلےٰ درجہ کا ہے (باب ۳ : ۱ - ۶) یہودی دو بزرگوں کو اعلےٰ درجہ دیتے تھے۔ یعنی موسےٰ جو اُن کا پہلا نبی یا رسول تھا۔ اور ہارون جو اُن کا پہلا رسول کاہن تھا۔ لیکن ہمارا خداوند یسوع مسیح ان دونو بزرگوں کا کام کرتا ہے۔ وہ موسےٰ کی طرح رسول ہے۔ اور ہارون کی طرح سردار کاہن ہے۔ پس مصنف اپنے قارئین (پڑھنے والوں) کو یاد دلاتا ہے کہ تم وہی لوگ ہو جنہیں مسیح اپنے آسمانی جلال میں اپنے ساتھ داخل کرنا چاہتا ہے۔ تم آسمانی بلاوے میں شریک ہو۔ اور اس کے بعد وہ ان کو ہدایت دیتا ہے۔ کہ وہ

س مسیح پر غور کریں۔ اس خط میں بہت سے روحانی مسلوں کا ذکر ہے۔
یعنی فرشتوں کا اور سردار کاہنوں کا۔ اور قربانیوں کا اور عہدوں
کا۔ لیکن ان سب باتوں میں سے مرکزی بات مسیح ہے۔ ہم اپنے مطالعہ
میں اس بات کو نہ بھولیں۔ کہ ہماری آنکھیں مسیح کی طرف تکتی رہیں۔
دوسری سے چوتھی آیت تک خداوند یسوع مسیح اور موسےٰ کا
مقابلہ ہے۔ دوسری آیت میں اُن کی دو مشابہتوں کا ذکر ہے۔ خُدا
نے موسےٰ اور مسیح دونو کو مقرر کیا۔ وہ دونو خدا کے رسول تھے۔ یعنی
خدا نے اُنہیں اِس دنیا میں بھیجا۔ اور وہ دونو دیانت دار تھے۔ غالباً
ان ایام میں ہم دیانت داری کی اتنی قدر نہیں کرتے جتنی ہمیں کرنی چاہیئے،
جتنی عُمدہ صفت ہے۔ جو نہ صرف موسےٰ کی بلکہ مسیح کی خاص صفت
تھی۔ ان دنوں میں دیانت داری سب مسیحی پاسبانوں اور ایلڈروں
اور مسیحیوں کے لیئے بہت ضروری صفت ہے۔ ہمیں دعا کرنی چاہیئے کہ
یہ صفت ہم میں بھی پائی جائے۔
تاہم موسےٰ اور مسیح میں دو چار باتیں مختلف بھی تھیں۔ تیسری اور
چوتھی آیت میں ان اختلافات کا ذکر ہے۔
موسےٰ خُدا کے گھر کا حصّہ تھا۔ مسیح خُدا کے گھر کا بنانے والا ہے۔
موسےٰ مخلوقات میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن مسیح خالق ہے۔ مسیح کے وسیلے
سے خُدا نے عالم بھی پیدا کئے۔ (باب ۱: ۲) اور یُوحنا نے کہا کہ ساری
چیزیں اُس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں۔ (یوحنا ۱: ۳) اس کا نتیجہ یہ ہے
مسیح کا رتبہ الٰہی رتبہ ہے۔ کیونکہ چوتھی آیت کے مطابق جس نے چیزیں
بنائیں وہ خُدا ہے۔ لیکن موسےٰ کا رُتبہ اِنسانی ہے۔ سو مسیح موسےٰ سے

اُسی قدر زیادہ عزت کے لائق سمجھا گیا۔ شاید ان آیتوں میں گھر کے معنی ساری خلقت نہیں بلکہ کلیسیا یا خُدا کے چُنے ہوئے لوگ ہیں۔ تو بھی فرق ایک ہی ہے۔ موسےٰ کلیسیاء یا خُدا کی قوم کا ایک ممبر ہے۔ مسیح کلیسیاء کا بانی اور بنانے والا ہے۔

۲۔ مسیح اور موسےٰ دونو خادم ہیں۔ دونو خدا کے رسول ہو کے اپنے بھائیوں کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن اُن کی خدمت میں فرق ہے بہت سے نوکروں میں سے موسےٰ محض ایک نوکر ہے۔ مسیح گھر کا مختار ہے۔ دوسرے نوکروں کی ذمہ داری اُس پر ہے۔ وہ سب گھر کا انتظام کرتا ہے۔ اور مسیح کا گھر ہم ہیں۔ موسےٰ کتنا ہی دیانت دار کیوں نہ ہو۔ مگر وہ بنی اسرائیل کا ذمہ نہیں اُٹھا سکتا۔ لیکن مسیح نے ہماری خاطر ہمارا بوجھ اُٹھایا۔ موسےٰ صرف نوکر تھا۔ مسیح نوکروں کا مالک نوکروں کا ذمہ دار ہے۔ وہ مختار ہے۔

۳۔ موسےٰ صرف خادم تھا۔ لیکن مسیح بیٹا ہے۔ جیسے باپ کا عہدہ ہے۔ ویسے بیٹے کا عہدہ ہے۔ وہ گھر کے مالک کی طبیعت اور اختیار میں حصے دار ہے۔ وہ گھر کا وارث ہے اور آخر کو باپ اور بیٹے میں کچھ فرق نہ ہوگا۔

ہاں موسےٰ بڑا رسول اور دیانت دار خادم تھا۔ لیکن وہ اپنی خدمت اور دیانتداری سے صرف ہونے والی باتوں کی گواہی دیتا تھا۔ سچا رسول اور سچا خادم خُدا کا بیٹا ہے۔

مصنف آگاہی دیتا ہے۔ مبادا ہم سخت دلی اور بے ایمانی کی وجہ سے خُدا کے گھر میں داخل ہونے نہ پائیں۔ (باب ۳ : ۷ - ۱۹)

چوتھی آیت میں مصنف نے کہا۔ کہ "خدا کا گھر ہم ہیں"۔ لیکن کہتے ہی اُسے یہ یاد آیا کہ موسےٰ کے زمانے میں جو بنی اسرائیل مصر سے نکلے اُن میں سے بہت سے لوگ اپنے گھر میں یعنی مُلکِ کنعان میں نہیں پہنچے۔ سو وہ اپنے پڑھنے والوں کی ہدایت کرتا ہے۔ کہ وہ بھی اپنے گھر سے محروم نہ رہیں۔ اُس نے جو آیات آگاہی کے طور پر استعمال کیں وہ پچانویں زبور سے اقتباس کے طور پر لی گئی ہیں۔ ان آیتوں میں دِن جن میں بنی اسرائیل نے مصر سے کنعان تک سفر کیا۔ آزمائش کے دن کہلاتے ہیں۔ ان دنوں میں خُدا نا صرف بنی اسرائیل کو آزماتا تھا۔ بلکہ بنی اسرائیل اپنے خُدا کو جانچتے اور آزماتے تھے۔ ہماری بائبل میں یہ سفر ہماری دنیوی زندگی کی مثال ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ زندگی ایک ایسا موقعہ ہے۔ جس میں خدا ہمیں جانچتا اور آزماتا ہے۔ لیکن اس زندگی میں بھی ہم انسان ہو کر اپنے خُدا کو آزماتے ہیں۔ زبور ۹۵ میں خُدا فرماتا ہے۔ کہ جنگل میں تمہارے باپ دادا نے مجھے جانچا اور آزمایا اور آج تک بہت سے لوگ بنی اسرائیل کی طرح خدا کی راہوں کو نہیں پہچانتے۔ لہٰذا ان کے دل سخت ہو کر خُدا سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح خُدا نے غُصّہ ہو کر قسم کھائی کہ بنی اسرائیل میرے آرام میں داخل ہونے نہ پائیں گے اس طرح آج تک خُدا اُن لوگوں سے ناراض ہوتا ہے جو اپنے زندہ خُدا اور اُس کی کلیسیا سے پھر جاتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں سفر بیابان کے دوران میں تین قصور پائے جاتے تھے۔ جن کا ذکر اس باب میں ہے۔ یعنی سخت دلی۔ نافرمانی

اور بے ایمانی - اُن کے دل تکرارِ گناہ سے سخت ہو گئے - پس مصنف کہتا ہے - کہ "تم میں سے کوئی گناہ کے فریب میں آکر سخت دل نہ ہو جائے۔ شاید گناہ کا سب سے بڑا اثر یہ ہے - کہ گنہگار سخت دل ہو کر خدا کے حکموں کو نہیں پہچانتا - اور اگر وہ اُنہیں پہچانتا ہے وہ کس طرح مان سکتا ہے - پس دوسرا قصور نافرمانی ہے - کانوں سے ہم خدا کی آواز سنتے ہیں - اور عمل میں نہیں لاتے - اور ان قصوروں کے ساتھ بے ایمانی بھی ہے - بارہویں آیت میں مصنف کہتا ہے کہ اے بھائیو خبردار! تم میں سے کسی کا ایسا بُرا اور بے ایمان دل نہ ہو جو زندہ خدا سے پھر جائے - اور چودھویں آیت میں وہ کہتا ہے - "کیونکہ ہم مسیح میں شریک ہوتے ہیں بشرطیکہ اپنے ابتدائی بھروسے پر آخر تک مضبوطی سے قائم رہیں - پس خدا کے گھر کے لوگوں کے لئے اس ایمان کی بڑی ضرورت ہے - جس کا بیان اس خط کے گیارھویں باب میں آئے گا -

جو لوگ مُلکِ مصر سے نکلے - اُن میں سے صرف دو مُلکِ موعود تک پہنچے یعنی یشوع اور کیلب - باقیوں کی لاشیں بیابان میں پڑی رہیں - اور یہ اُن کی نافرمانی اور بے ایمانی کی وجہ سے ہُوا - جب اُنہوں نے سمجھا کہ موسے غائب ہو گیا اور اُنہوں نے اپنے لئے دیوتا بنایا - تو یہ اُن کی سخت دلی کی دلیل تھی - جب وہ قرح - داتن اور ابی رام کی پیروی کر کے موسے اور ہارون کے خلاف اکٹھے ہُوئے - تو یہ اُن کی سخت نافرمانی کی دلیل تھی اور جب وہ روٹی یا پانی کی کمی کے ڈر سے کڑکڑانے لگے تو یہ اُن کی بے ایمانی کی دلیل تھی - ایسی اور دلیلیں موسے کی کتابوں میں بہت پائی

جاتی ہیں۔ یہ ہمارے ئے آگاہی کی باتیں ہیں۔ اور اس باب اور چوتھے باب میں مصنف بہت سی دفعہ آج کے دِن کا ذکر کرتا ہے۔ تاکہ ہم آج کے دن کو اپنی سخت دلی۔ نافرمانی اور بے ایمانی سے توبہ کریں۔ اور خُدا کے گھر کے آرام میں واپس آئیں۔ دیکھو اب قبولیّت کا وقت ہے۔ دیکھو اب نجات کا دن ہے۔ کل کی دیری مت کرو۔ اب اپنے دلوں کو نرم کرو۔ اب مسیح کے حکموں کے فرمانبردار ہو۔ اب اُس پر ایمان رکھو۔ یہ عبرانی مسیحی مسیح کے دکھوں میں پہلے شامل ہوئے تھے۔ مگر وہ اُس کے جلال میں اُس کے آسمانی گھر میں بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ آج کے دن ہمیں توبہ کرنی چاہیئے۔ اگر آج تم اس کی آواز سنو۔ تو اپنے دلوں کو سخت نہ کرو۔

ج:۔ خدا کے لوگوں کے واسطے سبت کا آرام باقی ہے۔ (باب ۴: ۱-۱۳)

تیسرے باب کے شروع میں خُدا کے گھر کا ذکر تھا۔ جس میں موسٰے جیسے مزار اور خادم تھا۔ جس کا بنانے والا اور مختار بیٹا مسیح ہے لیکن باب کے آخر میں خُدا کے آرام کا زیادہ ذکر ہے۔ پچانویں زبور کے مطابق خُدا نے قسم کھائی کہ بنی اسرائیل میرے آرام میں داخل ہونے نہ پائیں گے۔ خُدا کے آسمانی گھر اور خدا کے آرام میں شاید کچھ فرق نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ چوتھے باب میں چار آراموں کا ذکر ہے:۔

۱۔ چوتھی آیت میں ذکر ہے کہ خُدا نے اپنے سارے کاموں کو پُورا کر کے ساتویں دِن آرام کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اب تک ہم خُدا کے ساتویں دن میں جیتے ہیں۔ دنیا کے آخر میں نیا ہفتہ شروع ہوگا۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ آسمان

اور زمین کی پیدائش کے بعد خُدا اپنے آسمانی آرام میں داخل ہُوا۔
۲۔ اسی آیت میں ساتویں دِن کے آرام کا ذکر ہے۔ یہ آسمانی آرام کی مثال ہے۔ ہر ہفتہ کے بعد جب ہم ہفتہ کا کام مکمل کر چکتے ہیں۔ تو خُدا ہمیں ایک آرام کا دِن بخشتا ہے۔ جس میں ہم اپنے آسمانی آرام کا بیعانہ پا سکتے ہیں۔ ہر سبت کا دِن خُدا کی عمدہ بخشش ہے۔

۳۔ آٹھویں آیت میں بنی اسرائیل کے آرام کا ذکر ہے۔ اس سے سب بنی اسرائیل جو مصر سے نکلے سوائے کیلب اور یہوشع کے آرام سے محروم رہے۔ لیکن جو بنی اسرائیل بیابان میں پیدا ہوئے۔ اُن میں سے بہت سے مُلکِ موعود میں پہنچ گئے۔ لیکن اُس مُلک میں بھی اُن کو مکمل آرام نہیں ملا۔ اگر یہوشع نے اُنہیں آرام میں داخل کیا ہوتا۔ تو وہ اُس کے بعد دوسرے دن کا ذکر نہ کرتا۔ یہوشع نے اُنہیں پُورا آرام نہ دیا کیونکہ انسان کی روح دنیاوی چیزوں سے راضی نہیں ہو سکتی۔ ایسی زمین بھی جہاں دُودھ اور شہد بہتا ہے۔ انسان کی رُوح کو آرام نہیں بخش سکتی۔ مسیح نہ صرف فرشتوں اور موسےٰ سے افضل ہے وہ یہوشع سے بھی افضل ہے۔ یہوشع اپنے لوگوں کو آرام نہیں دے سکتا لیکن مسیح اپنے لوگوں کو آرام دیتا ہے۔ جب بہت سالوں کے بعد زبور نویس آج کے دِن کا ذکر کرتا ہے۔ وہ اب تک آرام کا دن ڈھونڈھتا ہے اور مسیح کے آرام کی پیشین گوئی کرتا ہے۔

۴۔ چوتھا آرام جس کا ذکر نویں آیت میں ہے۔ وہ سبت کا آرام ہے۔ جو خُدا کی اُمت کے لئے باقی ہے۔ اس آرام کو خاص نام دیا گیا ہے۔ یعنی سبت کا آرام۔ یہ وہی آرام ہے۔ جس میں خُدا دنیا کی پیدائش کے

بعد داخل ہوُا - اور دسویں آیت کے مطابق خُدا کے ایمان دار لوگ بھی اپنے کاموں کو پورا کر کے اس میں داخل ہوتے ہیں - اِن چار آراموں کی ایک خُوبی مَیں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ اپنا کام کرنے والا شخص ہی آرام میں داخل ہو سکتا ہے - خُدا پیدائش کا کام پُورا کر کے اپنے آرام میں داخل ہوُا - بنی اسرائیل چالیس برس کا سفر بہت سی آزمائشوں کے ساتھ پُورا کر کے اپنے دنیوی آرام میں داخل ہوُئے - جس نے اپنی زندگی کے کاموں کو پُورا کیا - وُہ آسمانی سبت کے آرام میں داخل ہوتا ہے - اور ہمارے دل میں خیال آتا ہے کہ اس زمانے میں لوگ سبت کے دن کی قدر نہیں کرتے - کیونکہ وہ اس سے پہلے اپنے روزمرّہ کے کام کو پُورا نہیں کرتے - جو لوگ چھ دن محنت اور جانفشانی سے خُدا کی اور اپنے بھائیوں کی خدمت کرتے رہیں - اُن کے لئے سبت کا دِن کیسا مبارک دن ہے - لیکن جو امیر ہیں - وہ ساتوں دِن آرام کر سکتے ہیں - وہ سبت کے دن کو حقیر جانتے ہیں - اور جو لوگ اپنے روزمرّہ کے کام میں سستی اور تغافل سے کام لیتے ہیں - اُنہیں سبت کا دن باقی دنوں کی مانند بسر کرنے میں کوئی خرابی دکھائی نہیں دیتی - میرے عزیزو! آپ اپنے لئے اور اپنی جماعتوں کے لئے اس بات کو مدِنظر رکھئے - چوتھے حکم کا پہلا حصّہ یہ ہے "محنت کر کے اپنا سارا کام کاج کر" - پھر خُدا کا سبت ہمارے لئے خاص برکت کا باعث ہو گا -

دوسرے باب کی دسویں آیت میں مسیح کی کاملیت کا ذکر تھا - اور ہم سُن چکے ہیں - کہ مسیح کا کامل ہونا اس بات پر منحصر تھا - کہ اس کا مقصد پورا ہو جائے - اس کا مقصد یہ تھا - کہ وہ بہت سے بیٹوں کو جلال میں داخل کرے وہ خود اس دنیا میں اپنا کام پورا کر کے دکھوں کے ذریعے اپنے جلال میں

یعنی آسمانی آرام میں داخل ہوا۔ پس ہم بھی اُس کی محنتوں مشقتوں میں داخل ہو کے اُس آرام میں داخل ہو جائیں گے۔

شاید ہمارے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ سبت کا یہ آرام ہمیں اِس زندگی میں بھی مل سکتا ہے۔ یا صرف آنے والی زندگی میں بے شک آنے والے جہان کا اس خط میں زیادہ ذکر ہے۔ اُس جہان میں مسیح موت کے ذریعے داخل ہؤا۔ اور ہمارے لئے کہانت کا کام کیا۔ صرف اُس آسمانی جہان میں مکمل آرام ہو سکتا ہے۔ تاہم اس زندگی میں بھی اپنی حیثیت کے مطابق ہم اس آرام میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح یوحنا کی انجیل میں ہمیشہ کی زندگی کا بہت بیان ہے۔ اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ ہم خُدا اور یسُوع مسیح کو جانیں جس قدر ہم اس زندگی میں خُدا کو جانتے ہیں۔ اُسی قدر ہمیں ہمیشہ کی زندگی ملتی ہے۔ لیکن اس دنیا میں ہمیں آئینہ میں دُھندلا سا دکھائی دیتا ہے۔ لہذا ہمیں پُورے طور پر ہمیشہ کی زندگی نہیں ملتی۔ اسی طرح سبت کا آرام اس دنیا میں ہمیں تھوڑا ملتا ہے۔ بے شک ہر ساتویں دن کو اس آرام میں شامل ہونے کا خاص موقع ہے۔ لیکن اتوار کا آرام آسمانی آرام کے مقابلہ میں صرف نقل یا مثال ہے۔ مکمل آرام خُدا کی اُمت کے لئے آسمان میں باقی ہے۔

یہ آسمانی آرام خُدا کی بخشش ہے۔ جس کے بہت سے وعدے پُرانے عہد نامے میں ہیں۔ تاہم خطرہ ہے کہ ہم اس بخشش کو حاصل نہ کریں۔ پہلی آیت میں مصنف کہتا ہے۔ کہ پس جب اس کے آرام میں داخل ہونے کا وعدہ باقی ہے تو ہمیں ڈرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی رہا ہؤا معلوم ہو۔ اور گیارھویں آیت میں فرماتا ہے۔ کہ پس آؤ ہم اس آرام میں داخل ہونے کی کوشش کریں تاکہ ان کی طرح نافرمانی کر کے کوئی شخص گر نہ پڑے۔ اس آرام

میں داخل ہونے کے لئے دو صفتیں بہت ضروری ہیں۔ یعنی ایمان اور کوشش۔
ہم اس آرام میں داخل نہیں ہوتے ہیں کیونکہ اس آرام کے ذکر کو ہم محض
ایک کہانی سمجھتے ہیں۔ ہم نہیں مانتے ہیں کہ یہ آرام فی الواقع اس یا آنیوالے جہان
میں موجود ہے۔ اور جب تک اس آرام کے فی الحقیقت ہونے کا ایمان ہمارے
دلوں میں نہ ہو تو اس آرام میں داخل ہونے کے لئے ہم کس طرح کوشش کر سکتے
ہیں۔ اور کوشش کی ضرورت بھی ہے۔ مسیح نے کہا۔ کہ دروازہ تنگ ہے۔ اور
اس باب میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے جس کو کنعان کے آرام میں داخل ہونے کا
اچھا موقعہ ملا۔ لیکن وہ داخل نہ ہوئے۔ مسیحیوں میں یہ عام خیال ہے کہ ایمان اور
کوشش کے بغیر ہم جو مسیحی کہلاتے ہیں موت کے بعد آسمان میں پہنچیں گے۔ لیکن یہ
انجیل کی تعلیم نہیں ہے۔ خُدا کے کلام کے مطابق ایمان کے وسیلے سے ہم داخل ہوتے
ہیں۔ اور اگر سچا ایمان ہمارے دلوں میں ہو تو ہم بڑی کوشش بھی کریں گے۔
گیارھویں باب میں چند بزرگوں کی فہرست ہے۔ جن کا ایمان بہت مشہور ہے۔
لیکن یہ ایماندار بزرگ سب کے سب ایسے آدمی تھے جنہوں نے اپنی زندگی
میں بہت جانفشانی کی۔ تاکہ وہ اپنی قوم کے ذریعے سے اپنے ایمان کو ظاہر کریں۔
بارھویں باب میں خُدا کے کلام کا ذکر ہے۔ اور ہم پوچھ سکتے ہیں کہ خُدا
کا کلام ان مذکورہ باتوں سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ تعلق یہ ہے۔ کہ خُدا کے کلام
میں صاف لکھا ہے۔ کہ نافرمانبردار اور بے ایمان اور سخت دل ہیں۔ جو خُدا
کے آرام میں داخل ہونے نہ پائیں گے۔ اور بعض ایماندار ہیں۔ جن کے لئے
بہت کا آرام میں باقی ہے۔ شاید اس لئے مصنف کہتا ہے کہ خُدا کا کلام دودھاری
تلوار ہے۔ وہ ایمانداروں کو بے ایمانوں سے بالکل الگ کرتا ہے۔ لیکن اس
تلوار کی تیزی ایک دوسرا کام بھی کرتی ہے۔ خُدا کا کلام زندہ اور مؤثر ہو کے

ہر ایک آدمی کے دل تک پہنچتا ہے۔ اور ہر ایک آدمی کی سچی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔اس کی ملکیت کی کوئی چیز چھپی نہیں۔ بھائیو! یہ ہر فردِ بشر کے لئے عام سوال ہے۔کہ آیا ئیں خُدا کے آرام میں داخل ہونے کو ہوں یا ئیں بنی اسرائیل کی طرح اس وعدے سے محروم ہوں۔ جواب پانے کے لئے ایک خاص وقت ہے یعنی خُدا کا کلام۔ اسی کلام سے ہمیں معلوم ہے کہ ہم کس گروہ کے ہیں بے ایمانوں کے یا ایمان داروں کے۔ دنیا ہمیں جواب نہیں بتا سکتی۔ ہم اپنے آپ کو فریب دے سکتے ہیں۔ لیکن خُدا کا کلام دل کے خیالوں اور ارادوں کو جانچتا ہے شکر ہو کہ اُس زندہ اور مؤثر کلام میں نہ صرف جانچنے کے لئے تلوار ہے بلکہ راہِ نجات بھی ہے۔ وہ شخص جو خُدا کا کلام کہلاتا تھا۔ فرماتا ہے کہ راہ اور حق اور زندگی مَیں ہوں۔ ہم اُس پر ایمان رکھتے ہُوئے آسمانی آرام میں داخل ہو پائیں گے۔

۔۳۔

مسیح ہارون سے افضل ہو کے ملک صدق کی طرح عالمگیر اور پختہ سردار کاہن ہے

(باب ۴: ۱۴ ۔ ۷: ۱ ۔ ۲۸)

خلاصہ:۔

سنہلی آیت:۔ (۴: ۱۵) "کیونکہ ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں۔ جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہو سکے۔ بلکہ ساری باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا تاہم بے گناہ رہا"۔

ا۔ سردار کاہن کی خاصتیں مسیح میں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں (۴: ۱۴ ۔ ۵: ۱ ۔ ۱۰)

(i) سردار کاہن کی خاصتیں:۔ (۱) وُہ خُدا کے پاس آ جا سکتا ہے۔
(۲) وہ آدمیوں میں سے منتخب ہوتا ہے (۳) وُہ خدا کی طرف سے بُلایا جاتا ہے

(ii) مسیح اِن خاصتیوں کو ظاہر کرتا ہے:۔ (۱) وہ خُدا کی دہنی طرف ہمیشہ تک بیٹھا ہے (۲) وہ ہماری کمزوریوں میں شامل ہُوا۔ اور وہ ہماری طرح آزمایا گیا۔ (۳) وُہ پرانے عہدنامے کی پیشین گوئیوں میں خُدا سے بلاتا ہے۔ اور آسمان سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔

(iii) ہارون کامل نہیں ہُوا۔ لیکن مسیح کامل ہُوا ہے (۱) اپنے مقصد میں (۲) ہمدردی میں (۳) فرمانبرداری میں۔

ب۔ مصنف عبرانی مسیحوں کو ہدایت کرتا ہے۔ کہ وہ برگشتہ نہ ہو جائیں۔ بلکہ مسیحی زندگی میں ترقی کریں۔ (۵: ۱۱-۶: ۱-۲۰)

(i) ابتدائی باتیں نومریدوں کے لئے مُفید ہیں۔ یعنی (۱) توبہ (۲) ایمان (۳) بپتسمہ (۴) ہاتھ رکھنا (۵) مردوں کا جی اُٹھنا (۶) ابدی عدالت۔

(ii) اگر ہم ان سے آگے قدم نہ بڑھائیں تو ہم پیچھے رہ جائینگے:۔

(iii) ہم خدا کے وعدوں پر پورا بھروسہ رکھ سکتے ہیں۔

ج۔ مُلکِ صدق کی کہانت مسیح کی کہانت کا محض ایک عکس ہے۔ ملکِ صدق کی کہانت لادیوں کی ادنےٰ کہانت کی بجائے مکمل ترین کہانت پیش کرتی ہے (باب ۷)

(i) مسیح اور مُلکِ صدق میں مشابہت:۔ (۱) مسیح صداقت کا مالک بھی ہے (۲) مسیح سلامتی کا شہزادہ بھی ہے (۳) مسیح کاہن بھی بن گیا (۴) مسیح بھی لوگوں کو برکت دیتا تھا (۵) مسیح کا حق ہے۔ کہ نہ صرف دہ یکی بلکہ سب کچھ اس کو دیا جائے (۶) مسیح کی کہانت اُس کے نسب پر منحصر ہیں۔

(ii) لادیوں کی کہانت کی کمزوریاں بالمقابل کی کہانت جسمانی پیدائش پر

منحصر تھی۔ (۲) وہ فانی تھے (۳) وہ جسمانی رسومات کو عمل میں لاتے تھے۔
(۴) وہ خُدا سے دُور تھے۔
(iii) مسیح کی کہانت تین اور باتوں میں لاویوں کی کہانت سے اعلیٰ ہے۔ (۱) مسیح قسم کے ساتھ مقرر کیا گیا (۲) مسیح کی کہانت ابد تک ہے
(۳) مسیح بے گناہ تھا۔

ر۔ سردار کاہن کی خاصیتیں مسیح میں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں۔ (باب ۴: ۱۴-۵: ۱۰)

ہارون کا صرف تھوڑا ہی ذکر اس خط میں ہے۔ لیکن ہارون یہودیوں کا پہلا سردار کاہن تھا۔ اور سردار کاہن کا بہت سا بیان ان بابوں میں پایا جاتا ہے۔ یہاں ذکر ہے۔ کہ یہودی سردار کاہن کے لئے بعض خاص باتیں بہت ضروری تھیں اور مصنف بتلاتا ہے کہ یہ باتیں مسیح میں مکمل طور پر موجود ہیں۔ سردار کاہن کی کون سی خاصیتیں تھیں؟ (۱) سردار کاہن کو چاہئے کہ وہ خدا کے پاس آ سکے تاکہ وہ نذریں اور گناہوں کی قربانیاں گزرانے۔ ہارون کو سال میں صرف ایک بار یہ موقعہ ملتا۔ کفارے کے بڑے دن کو اُس کو اجازت ملتی کہ وہ پردے سے گزر کر پاک ترین جگہ میں خُدا کی حضوری میں داخل ہو۔ اور یہ پاکترین جگہ خُدا کے آسمانی گھر کی صرف مثال اور نقل تھی۔

(۲) سردار کاہن آدمیوں سے منتخب ہوتا۔ یہودی شریعت کے مطابق سردار کاہن ایک آدمی ہوتا اور اُس پر اپنے لئے بھی گناہوں کی قربانی گزراننا فرض ہوتا تھا۔ وہ سب باتوں میں باقی انسانوں کی طرح آزمایا جاتا تھا اور وہ انسان کی کمزوریوں میں ہمدرد ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خود ہی کمزور ہوتا۔

(۳) سردار کاہن خُدا کی طرف سے بُلایا جاتا۔ کوئی شخص اپنے آپ یہ عزت

اختیار نہ کر سکتا۔ مصنف ہارون کی مثال پیش کرتا ہے۔ خروج ۲۸:۱ میں موسےٰ کو خُدا سے صاف حکم ملا کہ وہ ہارون کو کہانت کے عہدے کے لئے مخصوص کرے۔

کیا مسیح ان تین خاصیتوں کو ظاہر کرتا ہے؟

(۱) مسیح خُدا کے پاس ضرور آ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ تک خدا کی دہنی طرف فضل کے تخت پر بیٹھتا ہے۔ جس وقت ہمارے خداوند نے صلیب پر جان دی۔ تو اسی وقت یروشلیم کی ہیکل میں جو پردہ پاک جگہ اور پاکترین جگہ کے درمیان تھا اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور یہ نشان تھا۔ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ کہ اب پاکترین جگہ میں داخل ہونے کے واسطے رستہ کھلا ہے۔ سو عبرانیوں کے خط کا مصنف کہتا ہے کہ مسیح آسمانوں کے پردے سے گزر کر خُدا کی پاک ترین جگہ میں آ گیا ہے۔ نہ صرف سال میں ایک بار کے لئے، بلکہ ہمیشہ کے لئے۔

دو اُردو الفاظ ایک عبرانی لفظ سے نکلتے ہیں۔ یعنی "قریب" اور "قُربان"۔ عبرانی زبان میں خُدا کے قریب آنا اور خُدا کے سامنے قُربان کرنا۔ ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ قُربانی ہی کی چیز ہے جس کے وسیلے سے ہم خدا کے قریب آ سکتے ہیں۔ سو جب مسیح صلیب پر قُربان ہُوا۔ وہ خود پاک ترین جگہ میں خُدا کے قریب آیا۔ اور اس قربانی کے وسیلے سے وہ اپنے بھائیوں کو بھی خُدا کے پاس لا سکتا ہے۔

(۲) مسیح انسانوں میں سے منتخب ہُوا۔ وہ ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ہماری طرح آزمایا گیا۔ وہ نادانوں اور گمراہوں سے نرمی کے ساتھ پیش آنے کے قابل ہے۔ اس لئے کہ وہ خود بھی کمزوری میں مُبتلا رہا۔ اور ساتویں آیت میں مصنف ایک خاص مثال پیش کرتا ہے۔ مسیح نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر آنسو بہا بہا کر اسی سے دُعائیں

اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اس کی سُنی گئی۔ عزیزو! ہم نہیں جانتے کہ مسیح کی موت کیسی موت ہے۔ بیشک اُس میں حالانکہ دردانگیز باتیں تھیں۔ جو انسان کی عقل سے باہر تھیں تو بھی ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ مسیح انسان ہو کر اس موت سے رہائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر دُعائیں اور التجائیں کیں۔ اور اُس کی دُعا سُنی گئی۔ خُدا نے اُس کو موت سے بچایا۔ لیکن اس سے پہلے اس کو موت کا مزہ چکھنا ضروری تھا۔ ہم مسیحیوں کے واسطے شاید سب سے بڑا دُکھ کا باعث یہ ہے۔ کہ اکثر اوقات معلوم ہوتا ہے کہ خُدا ہماری دُعاؤں کو نہیں سنتا ہے۔ لیکن دراصل ہماری دُعا سُنی جاتی ہے۔ بلکہ خُدا کی برکت ہماری اُمید سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس طرح شاید مسیح نے چاہا کہ میں صلیب پہ نہ چڑھوں اور اسی طرح موت سے بچوں۔ لیکن خُدا نے اس کی دُعا کو دوسری طرح منظور کیا۔ مسیح صلیب پر مُوا لیکن تیسرے دن کو وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ اور اس میں اُس کی دُعا سُنی گئی۔ بھائیو! جب ہم کہتے ہیں۔ کہ خُدا ہماری دعاؤں کو نہیں سُنتا۔ یاد کرنا چاہئے۔ کہ مسیح نے بھی اس آزمائش کو سہا۔

لیکن مسیح میں اور ہم میں ایک بڑا فرق ہے۔ مسیح بےگناہ رہا۔ اور اُس کی بےگناہی کی وجہ سے وہ ہماری کمزور حالت کو بہتر طور پر جانتا ہے۔ کسی عالم نے کہا۔ کہ جو خود گنہگار ہُوا۔ وہ گناہ کو اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اگر گنہگار توبہ کرے۔ تو وہ گناہ سے ایسی عداوت رکھتا ہے۔ کہ گنہگاروں کے ساتھ اس کے دل میں کچھ ہمدردی باقی نہیں رہی یہ فریسیوں کا حال تھا اور آج تک بھی بعض لوگوں کا حال ہے۔ جو اپنے آپ کو راستباز سمجھتے ہیں۔ لیکن

اگر گنہگار توبہ نہ کرے تو وہ اب تک گناہ کی بُرائی کو نہیں جانتا ہے اور کہتا ہے کہ گناہ کچھ نہیں ہے۔ تیسری آیت میں جس لفظ کا ترجمہ نرمی ہے۔ یونانی میں اُس کے معنی اعتدال ہے۔ مسیح گناہ سے عداوت ضرور رکھتا ہے لیکن وہ گنہگار پر رحم کر کے اُس کی رہائی چاہتا ہے۔ اور مسیح کی کہانت میں یہ خوبی ہے۔ جب ہارون کاہن تھا اُس کا کام یہ تھا کہ وہ ذبیحے چڑھائے اور نذریں گزرانے اور ایسے کاموں کے لئے اپنے آپ کو پاک رکھے۔ لیکن مسیح کا کام پاسبان کا کام بھی ہے۔ وہ اچھا چرواہا ہو کر نادانوں اور گمراہوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کے قابل ہے۔ یہودی کاہن میں اور مسیحی کاہن میں یہ فرق ہے۔ یہودی کاہن کو ظاہری رسومات عمل میں لانا تھا۔ لیکن مسیحی پاسبان کو اپنے دل پر اپنے لوگوں کی کمزوریوں کا بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ مسیح کی کہانت نہ صرف یہودی کہانت کی تکمیل ہے۔ بلکہ وہ مسیحی پاسبان کی خدمات کی بنیاد ہے۔

(۳) مسیح خُدا سے بُلایا گیا۔ ۱۱۰ زبور میں پیشین گوئی کے طور پر خُدا نے مسیح کو بُلایا کہ تُو ملکِ صدق کے طریقے کا ابد تک کاہن ہے۔ اور جیسے دوسرے زبور میں لکھا ہے۔ کہ "تُو میرا بیٹا ہے۔ آج تُو مجھ سے پیدا ہُوا"۔ اس طرح مسیح کو دُنیاوی زندگی میں دو دفعہ یہ آواز آئی "کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے"۔ اور ان آیتوں کے مطابق جب مسیح اپنے جی اُٹھنے کے بعد آسمانوں سے گزر کر خُدا کے پاس پہنچا۔ اُس نے پھر یہ آواز سُنی۔ کہ "تُو ملکِ صدق کے طریقے کا ابد تک کاہن ہے۔ تُو میرا بیٹا ہے۔ آج تُو مجھ سے پیدا ہُوا"۔

لیکن ہارون میں اور مسیح میں چھوٹا فرق ہے۔ ہارون کامل نہیں ہُوا۔ لیکن مسیح آیت ۹ کے مطابق کامل بن کر اپنے سب فرمانبرداروں کے لئے ابدی نجات کا باعث ہُوا۔ شاید اس خط میں سے سب سے مشکل مضمون مسیح کے

کامل بننے کے متعلق ہے۔ میرے خیال میں مصنف تین طریقے بتلاتا ہے۔ جن سے مسیح اپنی دُنیاوی زندگی میں کامل بنا۔ (۱) دوسرے باب کی دسویں آیت میں ہم نے سنا کہ مسیح کی کاملیت اس بات پر منحصر تھی کہ اُس نے اپنے دکھوں کے ذریعے بہت سے بھائیوں کو جلال میں داخل کیا۔ یہ اُس کا مقصد تھا۔ اور مقصد پُورا ہونے کی وجہ سے وہ کامل بنا۔ (۲) یہاں ذکر ہے۔ کہ مسیح کی ہمدردی کامل ہو گئی۔ انسان کی آزمائشوں اور کمزوریوں میں مُبتلا ہو کے وہ ہمارا کامل ہمدرد بنا۔ (۳) لیکن ان کے علاوہ ایک تیسری کاملیت ہے۔ جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے۔ مسیح نے دُکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی۔ ہم عاجزی اور سنجیدگی سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ قادرِ مطلق خُدا کا تجربہ ان دو باتوں میں محدود ہے۔ کہ خُدا نے موت کو نہیں اُٹھایا۔ اور کہ خُدا کسی دوسرے کے تابع نہیں۔ لیکن خُدا نے مسیح میں انسان ہو کر ان دو باتوں میں بھی انسان کی کمزوری کو محسوس کیا۔ زندگی کے شروع ہی سے مسیح نے کبھی اپنے آسمانی باپ کے حکموں کو توڑ کے گناہ نہیں کیا۔ سو اس طرح وہ کبھی نافرمان نہ ہوا۔ لیکن باقی انسانوں کی طرح اُس کو دن بدن نئی باتوں میں تجربے سے فرمانبرداری کی صفت سیکھنی پڑی۔ جب تک آخر کو موت کے سامنے اُس نے کہا۔ تاہم میری مرضی نہیں۔ بلکہ تیری ہی مرضی پُوری ہو۔ یہ مسیح کی سب سے عجیب کاملیت ہے اور اس کامل فرمانبرداری کے ذریعے سے ہم انسانوں کو عجیب طرح سے نجات ملی ہے۔ سو مسیح فرمانبرداری سیکھ کے کامل بن گیا۔

ہم نے اس حصے کی پہلی آیتیں آخر تک دوہرائیں اور اب اُن کی تفسیر کی ضرورت نہیں۔ وہ اس خط میں سے شاید سب سے زیادہ دلکش

اور تسلی بخش آئتیں ہیں۔یعنی چوتھے باب کی چودھویں آئت سے سولھویں آئت تک۔پس جب ہمارا ایک ایسا بڑا سردار کاہن ہے جو آسمانوں سے گزر گیا یعنی خُدا کا بیٹا یسُوع۔ تو آؤ ہم اپنے اقرار پر قائم رہیں۔کیونکہ ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہو سکے بلکہ ساری باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا تاہم بے گناہ رہا۔پس آؤ ہم فضل کے تخت کے پاس دلیری سے چلیں تاکہ ہم پر رحم ہو۔اور وہ فضل حاصل کریں جو ضرورت کے وقت ہماری مدد کرے۔

(ب) مصنف عبرانی مسیحیوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ برگشتہ نہ ہو جائیں بلکہ مسیحی زندگی میں ترقی کریں۔(باب ۵: ۱۱-۶: ۲۰)

پانچویں باب کی گیارھویں آیت سے آگاہی کی آئتیں پھر شروع ہوتی ہیں۔مسیحی زندگی کے شروع میں ہم سب شاگرد ہی ہوتے ہیں اور ضرورت ہوتی ہے کہ ہمیں کوئی تجربے کار شخص سمجھائے لیکن جب ہمارا ایمان دوسرے آدمی پر موقوف ہوتا ہے تو یہ حالت خطرناک ہوتی ہے۔سیالکوٹ شہر میں مَیں ایک مسلمان سے واقف ہوں جب پادری رابرٹ کمنگز سیالکوٹ میں تھے یہ مسلمان مسیحی ہونے کا قائل تھا۔لیکن جب کمنگز صاحب سیالکوٹ سے چلے گئے تو اُس کا ایمان کم ہوتا چلا گیا۔اس کے بعد جب کمنگز صاحب تھوڑی دیر کے لئے سیالکوٹ میں آئے ہیں۔یہ آدمی مسیحیت سے کچھ دِل چسپی ضرور رکھتا ہے۔لیکن اب یہ دلچسپی بھی کم ہو گئی ہے۔لیکن یہ نہ صرف اس بچارے مسلمان کی حالت ہے یہ بہت سے مسیحیوں کی حالت بھی ہے۔وقت کے خیال سے اُنہیں اُستاد ہونا چاہئے تھا مگر اب اس بات کی حاجت ہے کہ کوئی شخص خُدا کے کلام کے ابتدائی اُصول اُنہیں پھر سکھائے۔پنجاب ہی میں بہت

سے خاندان پچاس سال سے زیادہ کے مسیحی ہیں لیکن اب تک ضرورت ہے کہ وہ انجیل کے ابتدائی اصول سکھیں۔ میں نہیں کہتا ہوں کہ تجربے کار مسیحی کو کسی تعلیم کی ضرورت نہیں لیکن ایسی تعلیم خُدا کے کلام کی گہری باتوں کے متعلق نہ ہی ابتدائی باتوں کے متعلق ہونی چاہئے۔ اور سب سے تجربے کار کے لئے ایک اُستاد موجود ہے۔ یعنی سچائی کا روح جو ہمیں سب باتیں سکھائیگا۔

جب لبارخ صاحب اس مُلک میں آئے تاکہ وہ تعلیم بالغاں کے اچھے سے اچھے طریقے بنائیں اُنھوں نے یہ اُصول پاس کیا کہ ہر شاگرد کو کسی دوسرے کا اُستاد ہونا چاہئے اور یہ مسیحی زندگی میں ترقی کرنے کا بھید ہے۔ بیشک پنجاب میں بُہت سے مسیحی ہیں جو خُدا کے کلام میں سے صرف چند باتیں جانتے ہیں۔ لیکن اگر وہ یہ چند باتیں کسی دوسرے کو سنائیں تو وہ خود مسیحی زندگی میں ترقی کرینگے اور مسیح کی کلیسیاء جلد پھیل جائے گی۔

چھوٹے بچوں کے واسطے دودھ سب سے مُفید خوراک ہے اور اسی طرح نئے مسیحیوں کے لئے بعض ابتدائی باتیں بُہت مُفید ہیں۔ پولُس رسُول کرنتھس شہر کے نومریدوں سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں دُودھ پلایا اور کھانا نہ کھلایا کیونکہ تم کو اُس کی برداشت نہ تھی (۱ کرنتھی ۳ : ۲) اور پطرس اپنے خط پڑھنے والوں سے کہتا ہے کہ نوزاد بچوں کی مانند خالص روحانی دُودھ کے مشتاق رہو (۱ پطرس ۲ : ۲) لیکن اگر بچہ بڑا ہو کے صرف دُودھ ہی پیئے تو وہ کمزور رہیگا۔ اس طرح وہ جو خُدا کے کلام کی سخت غذا نہیں پیتے ہیں کمزور رہتے ہیں اور اُن کے حواس نیک و بد میں امتیاز کرنے کے لئے تیز نہیں ہوتے ہیں۔ جن کو پُوری تعلیم نہیں ملتی ہے وہ نیک و بد میں امتیاز نہیں کرتے ہیں۔ کیا یہ بعض مسیحی لوگوں کا حال آج تک نہیں ہے؟

اور یہ ابتدائی باتیں کیا ہیں جو نو مریدوں کے لئے اتنی فائدہ مند ہیں۔ لیکن تجربہ کار مسیحی اُنہیں چھوڑ کر کمال کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ چھ ابتدائی باتیں چھٹے باب کی پہلی دو آیتوں میں درج ہیں یعنی (۱) مُردہ کام یا گناہ کے کام سے توبہ کرنا (۲) خُدا پر ایمان لانا (۳) بپتسمہ (۴) ہاتھ رکھنا (۵) مُردوں کا جی اُٹھنا (۶) ابدی عدالت۔ ان ابتدائی باتوں میں سے پہلی دو مسیحی زندگی میں داخل ہونے کے اُصول ہیں۔ یعنی توبہ اور ایمان۔ اور ہم شروع ہی میں توبہ نہ کریں اور خُدا پر ایمان نہ لائیں ترقی کرنے کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ دوسری دو باتیں ظاہری رسومات کے متعلق ہیں اور مسیحی زندگی میں ایسی رسومات ہماری تسلّی اور تربیت کے لئے ضروری ہیں۔ اُن میں بپتسمہ اور استحکام ہیں۔ جب پطرس اور یوحنا نے سامری نو مریدوں پر ہاتھ رکھا تو اُنہیں روح القدس ملا اور آج تک بعض کلیسیاؤں کا دستور ہے کہ استحکام کے موقع پر بشپ یا پاسبان نوجوانوں پر ہاتھ رکھے نہ صرف اُنہیں برکت دینے کے لئے بلکہ روح القدس کے آنے کا نشان ظاہر کرنے کے لئے بھی مسیحی زندگی کے شروع میں ایسے ظاہری نشان بہت لازمی ہیں۔ (اگر اپلوس اس خط کا مصنف ہوتا تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کیوں وہ بپتسموں کا یا کہ بپتسمہ کا ذکر کرتا ہے۔ اپلوس پہلے صرف یُوحنا کا بپتسمہ جانتا تھا۔ بعد میں اُس نے مسیح اور روح القدس کے بپتسمہ کی تعلیم پائی) اور یہ آخری ابتدائی باتیں مُردوں کا جی اُٹھنا اور ابدی عدالت ہیں۔ مسیحی زندگی کے شروع ہی سے ہمیں اپنے ایمان کا آخری مُدعا دیکھنا چاہئے۔ اگر مُردوں کا جی اُٹھنا نہ ہو تو مسیحی مذہب بالکل بے معنی ہے۔ اور شروع ہی سے ہمارے سامنے دو راستے موجود ہیں یعنی گناہ کا راستہ جو ابدی عدالت تک پہنچتا ہے اور ایمان کا راستہ جو ہمیشہ کی زندگی تک پہنچتا ہے۔ عزیزو یہ باتیں

متلاشیوں اور نومریدوں اور مسیحی بچوں کے لئے بہت ضروری ہیں۔ وہ سب مسیحیوں کے لئے ابتدائی باتیں ہیں۔ لیکن مسیحی زندگی میں ترقی کرنے کے واسطے صرف یہی کافی نہیں۔ چاہئے کہ ہماری آنکھیں آیندہ جہان کی طرف لگی رہیں۔ اور اس کے متعلق بہت سی گہری باتیں اس خط میں پائی جاتی ہیں جن سے ہم روحانی ترقی کر سکتے ہیں۔

ہم شاید کہتے ہیں کہ یہ ابتدائی باتیں ہمارے لئے کافی ہیں۔ اُن کے خالص روحانی دُودھ سے ہم راضی ہیں۔ لیکن یہ بہت خطرناک حالت ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ جو آگے نہیں بڑھتا ہے وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ اور جو پیچھے رہ جاتے ہیں اُنہیں توبہ کے لئے پھر نیا بننا ناممکن ہے۔ اس لئے کہ وہ خُدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ صلیب دے کر اعلانیہ ذلیل کرتے ہیں۔ یہ بڑی سنجیدگی کی آگاہی ہے۔ کونسا مسیحی چاہتا ہے کہ مَیں خُداوند کو دوبارہ صلیب دے کر اعلانیہ ذلیل کر دوں۔ لیکن اگر ہم ترقی نہ کریں تو ہم دوبارہ مسیح کو صلیب دیتے ہیں۔ لوگ ہماری بابت ضرور کہیں گے کہ جیسے ہندو اور مسلمان ہیں ویسے ہی مسیحی بھی ہیں۔ اور اس طرح ہم مسیح کو ذلیل کرتے ہیں۔ اور مصنف اس مثال کو پیش کرتا ہے جو بیج بونے والے کی تمثیل کی مانند ہے۔ جب زمین نرم ہے تو وہ خدا سے بارش لیتی ہے اور سبزی پیدا کر کے اور بھی نرم اور اچھی بناتی ہے۔ یہ ترقی کرنے والی روح کی حالت ہے۔ لیکن سُوکھی زمین کو بارش بھی نہیں ملتی ہے اور زیادہ سُوکھی ہو جاتی ہے۔ اور اُس کی پیداوار صرف جلائے جانے کے لائق ہوتی ہے یہ اُس روح کی حالت ہے جو ترقی نہیں کرتی۔

مصنف اپنا خط پڑھنے والوں کو پیار کے الفاظ کے ساتھ یاد دلاتا ہے کہ وہ پہلے پہل محبت اور مہمان داری کے کام ظاہر کرتے تھے۔ سو اُس کے دل

ہیں بہت خواہش ہے کہ وہ اب سست نہ ہو جائیں بلکہ زیادہ کوشش کریں اور ان کی دلجمعی کے لئے وہ اُنہیں بتلاتا ہے کہ وہ خُدا کے وعدوں کے وارث ہیں اور خُدا کے وعدے بے تبدیل اور قائم ہیں۔

شاید ان عبرانی مسیحیوں کے یہودی بھائی اُنہیں آزماتے تھے اور کہتے تھے کہ تم مسیحی ہو کر خُدا کے وعدوں سے محروم ہو گئے ہو۔ مصنف کہتا ہے کہ نہیں بلکہ مسیح میں یہ وعدہ پُورا کیا گیا۔ جو خدا نے ابرہام سے کیا۔ یہ وعدہ بہت پختہ تھا۔ سو خُدا نے اُس کی پختگی ظاہر کرنے کے لئے انسان کی طرح قسم کھائی۔ اگرچہ خُدا کا کلام ہمیشہ ثابت اور قائم رہتا ہے اور قسم کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہودیوں نے سمجھا کہ یہ وعدے محض اس دُنیا میں پُورے ہو جائیں گے۔ لیکن مصنف کا خیال اور ہے۔ ان وعدوں کا مکمل ہونا مسیح پر منحصر ہے جو آسمانوں سے گزر کر آنے والے جہان میں داخل ہُوا۔ لہٰذا آؤ آنیوالے جہان میں ان وعدوں کو پُورا کرنے کی اُمید ہمارے قبضے میں ہے۔ مصنف لنگر کی مثال پیش کرتا ہے۔ کشتی لہروں اور ہواؤں سے بہت ہچکولے کھاتی ہے۔ لیکن جب لنگر پانی کے نیچے اَن دیکھی زمین میں ڈالا جاتا ہے تو کشتی بالکل قائم اور ثابت ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہماری زندگی کی کشتی آزمائشوں اور کمزوریوں سے ہچکولے کھاتی ہے۔ لیکن ہماری اُمید ایک لنگر ہے وہ بھی اَن دیکھی چیز یعنی آسمانوں کے پردے کے اندر پہنچتی ہے۔ اور مسیح پر ڈالی جاتی ہے۔ جو اُس اَن دیکھے جہان میں اپنی کہانت کا کام کرتا ہے۔ ایسی اُمید سے ہماری زندگی ثابت اور قائم ہوتی جاتی ہے۔

(ج) مِلکِ صدق کی کہانت مسیح کی کہانت کا محض ایک عکس ہے۔

مُلکِ صدق کی کہانت لاویوں کی کہانت سے اعلےٰ ہے اب مسیح جو
مُلکِ صدق سے اعلےٰ کاہن ہے وہ مُلکِ صدق کے طریقے کا کاہن ہو
کر لاویوں کی ادنےٰ کہانت کی بجائے مکمل ترین کہانت پیش کرتا ہے۔
(باب) اس سے پہلے دو دفعہ مصنف نے مُلکِ صدق کے مضمون کو شروع
کرنے کی کوشش کی۔ دوسرے باب کی آخری آیتوں میں ایک رحم دِل
اور دیانت دار سردار کاہن کا ذکر ہے۔ لیکن اس مضمون کو چھوڑ کے
تیسرے اور چوتھے بابوں میں موسےٰ اور اسرائیلیوں کے آرام کا ذکر
شروع کر دیا۔ پانچویں باب میں سردار کاہن کی خاصیتوں کا بیان ہے۔
اور دسویں آیت میں مصنف کہتا ہے کہ مسیح کو خُدا کی طرف سے مُلکِ صدق
کے طریقے سے سردار کاہن کا خطاب مِلا۔ اب آگاہی کی باتوں کے بعد چوتھے
باب کی بیسویں آیت میں ذکر ہے کہ مسیح مُلکِ صدق کے طریقے سے سردار
کاہن بن گیا۔ اب ہم اس مقابلے پر تفصیل غور کریں گے۔

مُلکِ صدق کا بیان پیدائش کے چودھویں باب کی اٹھارھویں
آیت کے ساتھ سے بیسویں آیت تک۔ اور ایک سو دسویں زبور میں پایا
جاتا ہے۔ پیدائش میں ذکر ہے کہ (۱) اُس کا نام مُلکِ صدق یعنی صداقت
یا راستبازی کا ملک تھا۔ (۲) وہ سلام یعنی سلامتی کا بادشاہ تھا۔
(۳) وہ خُدا تعالےٰ کا کاہن تھا۔ (۴) اُس نے ابراہام کو برکت دی۔
(۵) ابرہام نے اُسے دہیکی دی (۶) پیدائش کے بہت سے نسب ناموں
میں سے اس کے نسب یا اُس کی پیدائش یا اُس کی موت کا کوئی ذکر نہیں۔
اس میں یہ خاص بات ہے کہ اُس کی کہانت اُس کی پیدائش اُس کے خاندان
پر منحصر نہیں۔ ہمارا خُداوند یسوع مسیح بھی صداقت کا مالک اور سلامتی کا

شہزادہ ہے۔ وہ بھی خدا تعالےٰ کا کاہن ہو گیا۔ وہ اپنے لوگوں کو برکت دینے والا ہے اور اُس کا حق ہے کہ نہ صرف ہماری دہ یکی بلکہ ہمارا سب کچھ اُس کو دیا جائے۔ اور مسیح کی کہانت اُس کے نسب پر منحصر نہیں کیونکہ جس طرح پیدائش کے بیان میں نہ مَلکِ صدق کی عمر کے شروع، نہ اُس کی زندگی کے آخر کا ذکر ہے۔ اس طرح نہ صرف بیان میں لیکن فی الحقیقت، نہ مسیح کی عمر کا شروع، نہ اُس کی زندگی کا آخر ہے۔ مسیح نے فرمایا پیشتر اُس کے ابراہام پیدا ہوا۔ مَیں ہوں اور اس خط میں ذکر ہے کہ مسیح کل اور آج بلکہ ابد تک یکساں ہے۔ سوزبور ایک سو دس میں مسیح کی پیشن گوئی کر کے خدا فرماتا ہے۔ کہ تُو ملکِ صدق کے طریقے کا ابد تک کاہن ہے۔

پرانے عہد نامے میں ملکِ صدق کے بارے میں دو اور باتیں پیش ہوئی ہیں۔ جن کا ذکر اس خط میں نہیں۔ پہلے ملکِ صدق ابراہام کی پرورش کے لئے روٹی اور مے لایا۔ اس طرح عشائے ربانی کی پاک رسم میں مسیح ہماری پرورش کے لئے روٹی اور مے لاتا ہے۔ اور ملکِ صدق کے ملنے کے بعد ابراہام نے صدوم کے بادشاہ سے سخت آزمائش اُٹھائی۔ لیکن ابراہام نے گناہ نہ کیا۔ اس طرح ہم مسیح سے روحانی طاقت پا کر شیطان اور دنیا کی آزمائشوں سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔

چوتھی آیت سے دسویں آیت تک اس بات کا بیان کیا۔ کہ ملکِ صدق کی کہانت لاویوں کی کہانت سے اعلےٰ ہے۔ پہلے ملکِ صدق ابراہام سے بڑا تھا۔ جو لاویوں اور باقی بنی اسرائیل کا بزرگ اور بانی تھا۔ اس لئے کہ ملکِ صدق نے ابراہام کو برکت دی اور اس سے دہ یکی لی۔ بڑا چھوٹے کو برکت دیتا ہے نہ چھوٹا بڑے کو۔ اور اس طرح بڑا چھوٹے سے

سے دہ یکی لیتا ہے۔ لاوی فانی انسان تھے۔ لیکن پیدائش کی کتاب میں ملکِ صدق کی موت کا کوئی ذکر نہیں۔ مُصنّف کی مُراد یہ نہیں ہے۔ کہ ملکِ صدق فی الواقع موت سے بچ گیا۔ لیکن اُس کی موت کا ذکر نہ ہونے کے سبب اُس نے مسیح کی طرف اشارا کیا جو فی الحقیقت مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ سو مسیح اِس بات میں لاویوں سے افضل ہے۔ اور لاویوں نے بھی ملکِ صدق کو اپنا بزرگ مان لیا۔ کیونکہ جس وقت ابراہام نے ملکِ صدق کو دہ یکی دی سب لاوی اس کی صلیب میں موجود تھے۔ گیارویں آیت سے مُصنّف دلیل پیش کرتا ہے۔ کہ مسیح کی کہانت لاویوں کی کہانت سے اعلےٰ ہے۔

لاویوں کی کہانت کمزور اور بے فائدہ ہوئی۔ سولھویں آیت میں ذکر ہے کہ وہ کہانت جسمانی احکام کی شریعت کے موافق تھی۔ لاویوں کی کہانت چار باتوں کے لحاظ سے جسمانی تھی۔

الف:۔ اُن کی کہانت اُن کی جسمانی پیدائش پر مُنحصر تھی۔ نہ اُن کے چال چلن اور روحانی صفتوں پر۔

ب:۔ وہ فانی تھے۔ سو اُن کی کہانت اُن کے جسموں کی موت پر موقوف تھی۔

ج۔ وہ کاہن ہو کے ظاہری یا جسمانی رسومات کو عمل میں لاتے تھے۔ وہ نجات کی روحانی نعمتیں دینے کے قابل نہ تھے۔

د۔ وہ جسمانی ہو کر خُدا سے دُور رہتے تھے۔ صرف سردار کاہن ایک بار ہر سال خُدا کے نزدیک آسکتا تھا۔ لیکن مسیح ہمیشہ خُدا کی حضوری میں موجود ہے۔ نہ لاویوں کی کہانت سے نہ اُن کی شریعت سے کاملیت حاصل

ہوتی ہے۔ سو اُن دونوں کا بدلنا ضرور تھا۔ چونکہ ملکِ صدق کی کہانت لاویوں کی کہانت سے افضل تھی۔ تو یہ بھی ضرور تھا۔ کہ نیا کاہن ملکِ صدق کے طریقے کا کاہن ہو جائے۔ مسیح کی کہانت لاویوں کی کہانت نہیں ہو سکتی۔ وہ لاوی میں سے نہیں بلکہ یہودیہ میں سے پیدا ہوُا۔ اُس کی کہانت ملکِ صدق کی کہانت ہو کے اُس کے نسب پر منحصر نہ تھی۔

مسیح کی کہانت تین اور باتوں میں لاویوں کی کہانت سے اعلےٰ ہے۔ بیسویں سے بائیسویں آیت تک ذکر ہے کہ لاوی بغیر قسم کے کاہن مقرر ہوئے۔ لیکن مسیح قسم کے ساتھ مقرر کیا گیا۔ کیونکہ ایک سو دسویں زبور میں ذکر ہے کہ خُداوند نے قسم کھائی ہے اور پھرے گا نہیں۔ کہ تُو ملکِ صدق کے طور پر ابد تک کاہن ہے۔ یہودیوں نے کہا۔ کہ اگر قسم نہ ہو تو بعد میں کچھ نہ کچھ ممکن ہے۔ لیکن اگر وعدہ قسم کے ساتھ کیا جائے تو تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اس طرح چھٹے باب میں ہم نے دیکھ لیا کہ جو وعدہ قسم کے ساتھ خُدا نے ابراہام سے کیا وُہ بے تبدیل ہوُا۔ سو مسیح کی کہانت خُدا کی قسم پر مبنی ہو کے ابد تک قائم رہے گی۔ اور لاویوں کی کہانت محض چند روزہ تھی۔ کیونکہ لاوی فانی انسان تھے۔ اس لئے بہت سے کاہنوں کی ضرورت اُس زمانے میں تھی۔ لیکن مسیح ابد تک زندہ رہنا ہے۔ سو ہمارے زمانے میں صرف ایک ہی کاہن کی ضرورت ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے۔ کہ جو کاہن لاویوں میں سے تھے وہ گنہگار آدمی تھے۔ اُنہیں نہ صرف قوم کے گناہوں کے واسطے قربانیاں چڑھانی پڑیں بلکہ اپنے گناہوں کے لئے بھی۔ لیکن مسیح بے گناہ تھا۔ سو اپنے لئے اُسے کچھ نہ گزراننا پڑا۔ اور اُمت کے لئے صرف ایک ہی قربانی گزراننی پڑی۔ اس لئے کہ اُس کی قربانی بالکل کامل تھی۔

کاہن اور قربانی دونوں کام تھے۔ کیونکہ ہمارے کاہن نے اپنے آپ
کو قربان کیا۔ پس مسیح کی کہانت ہیں لاویوں کی کہانت اپنی تکمیل تک
پہنچ چکی تھی۔ چھبیسویں آیت میں مُصنف کہتا ہے۔ کہ ایسا کاہن ہمارے
لائق بھی تھا۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ جیسی ہماری ضرورتیں ہیں ویسا ہی
ہمارا سردار کاہن ہے۔ جو ان ضرورتوں کو رفع کر سکتا ہے۔ اسی آیت
میں مسیح کی صفتوں کا خلاصہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ وہ پاک اور بے ریا اور
بے داغ ہے۔ وہ گنہگاروں سے جُدا اور آسمانوں سے بُلند کیا گیا ہے۔
اور وہ نہ صرف خُدا کے گھر میں کاہن ہے بلکہ بیٹا ہے۔ خُدا کے گھر میں
موسےٰ خادم تھا۔ ہارون کاہن تھا۔ لیکن مسیح بیٹا ہے۔

پولوس رومی مسیحیوں سے کہتا ہے کہ تم شریعت کے ماتحت نہیں
بلکہ فضل کے ماتحت ہو۔ لاویوں کی کہانت شریعت کے ماتحت تھی۔ کاہن کے
ہر ایک کام کے لئے بہت سے قانون تھے۔ اور صرف گناہوں کے ماننے
سے پرستار کو نجات مل سکتی تھی۔ لیکن مسیح کی کہانت فضل کے ماتحت ہے۔
وہ نہیں کہتا ہے کہ گناہوں کے ماننے سے تمہاری نجات ہو سکتی ہے۔
وہ کہتا ہے مجھ پر جو آسمان میں تمہارے لئے التماس کرتا ہوں ایمان
لاؤ۔ میری ایک ہی قربانی پر بھروسہ رکھو اور تُم نجات پاؤ گے۔ یہودیوں
کی کہانت میں سب کچھ جسمانی معلوم ہوتا تھا۔ مسیح کی کہانت میں سب کچھ
روحانی ہے۔ عزیزو! اتنی بڑی نجات سے غافل رہ کر ہم کیونکر بچ سکتے ہیں؟

-۴-

خلاصہ

مسیح کی کہانت ہر طرح سے مکمل ہے۔ اور اس کے ذریعہ گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے۔ باب ۸۔۱۰: ۱-۱۸

سنہلی آیت ۔ پوری سوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں سے تو خوش نہ ہوا۔ اس وقت میں نے کہا۔ کہ دیکھ میں آیا ہوں۔ تاکہ اے خدا تیری مرضی پوری کروں۔ (۱۰: ۶-۷)

(ا) مسیح دنیوی خیمے میں نہیں بلکہ آسمانی مقدس میں خدمت کرتا ہے۔ (۸: ۱-۵) یہودیوں کا مقدس غیر فانی اور ابدی مقدس کا عکس اور نقل تھا۔

(ب) مسیح ہمارا سردار کاہن نئے عہد کا درمیانی ٹھہرا۔ (۸: ۶-۱۳) پرانے عہد کی کمزوریاں۔(۱) وہ صرف ظاہری کاموں پر منحصر تھا۔(۲) وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا (۳) اس میں معافی مشکل اور محدود تھی۔ نئے عہد کی خوبیاں (۱) وہ باطنی ہے (۲) سب لوگ اس میں شامل ہو سکتے ہیں (۳) اس کے وسیلے سے سب گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے۔

(ج) پرانے عہد کی عبادت میں چند ایک کمیاں تھیں (۹: ۱-۱۰) (۱) پرانے عہد کا مقصد بنیادی تھا۔ اور اس کا سب ساز و سامان جسمانی تھا۔ (۲) مقدس ایسا تھا کہ سب لوگ خدا کے نزدیک نہیں آ سکتے تھے۔ (۳) پرانے عہد کی دنیوی چیزیں عبادت کرنے والے کو دل کے اعتبار سے کامل نہ کر سکتی تھیں۔

(د) مسیح کا خون بہانا مکمل اور موثر قربانی ثابت ہوا (۹: ۱۱-۲۸) (۱) مسیح

جانوروں کے خون کی بجائے اپنا ہی خون لے کر پاک ترین جگہ میں ایک ہی بار داخل ہوگیا اور ابدی خلاصی کرائی (۲) معافی کی بخشش جو وصیت کے طور پر دی گئی مسیح کی موت پر منحصر تھی۔ (۳) نیا عہد باندھنے کے لئے خون بہانا ضروری تھا (۴) سب چیزوں کو صاف اور مخصوص کرنے کے لئے خون چھڑکنے کی ضرورت تھی۔

(ب) خدا کی مرضی کو پورا کرنا ہمارے خدا کے حضور سب سے بہترین قربانی ہے۔ سو مسیح کی قربانی اس قسم کی ہے (۱۰:۱-۱۸) (۱) پرانے عہد کی قربانیاں جسمانی ہوکر نہ انسان کے دل اور ضمیر پر اثر کرتی تھیں۔ نہ خدا کو پسند آتی تھیں۔ (۲) انسان کے لئے سب سے مشکل قربانی یہ ہے کہ وہ اپنی مرضی کی بجائے خدا کی مرضی کو پورا کرے۔ لیکن مسیح کی قربانی میں یہ خاص خوبی تھی۔ اور ہم بھی اس قربانی میں شامل ہو سکتے ہیں۔ (۳) بہت سے مسیحی مکمل معافی کو نہیں جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ اب تک اپنی مرضی پوری کرنا چاہتے ہیں (۴) مسیح کی قربانی مکمل ہونے کی دو اور دلیلیں:۔ (۱) مسیح اپنا کام پورا کرکے خدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا ہے۔ نبیوں کی معرفت خدا نے ایسی معافی کا وعدہ کیا۔

(۴) مسیح کی کہانت ہر طرح سے مکمل ہے اور اس کے ذریعے گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے۔ (باب ۸:۱۰-۱۸)

پچھلے سبق میں ہم نے مسیح کی کہانت کی بابت بہت کچھ سیکھا۔ اس کی کہانت لاویوں کی کہانت کی طرح نہیں۔ بلکہ مسیح ملک صدق کے طریقے کا کاہن ابد تک ہے۔ آج کے سبق میں ہم مسیح کی کہانت پر زیادہ غور کرینگے اور دیکھینگے کہ محض اس کہانت کے وسیلے سے ہمارے گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے۔

(ا) مسیح دنیاوی خیمے میں نہیں بلکہ آسمانی مقدس میں خدمت کرتا ہے۔ (باب ۸: ۱-۵)۔

یونانی فلاسفر نے جسے مسلمان افلاطون کہتے ہیں تعلیم دی کہ اس دنیا کی دیکھی ہوئی چیزیں غیر فانی اور ابدی چیزوں کے عکس اور نقلیں ہیں۔ اور اس خط کا مصنف مذہبی باتوں میں افلاطون سے متفق ہے۔ کوہِ سینا پر موسیٰ نے رویا میں آسمانی مقدس کو دیکھا۔ اور خدا نے اُسے حکم دیا کہ "دیکھ جو نمونہ تجھے پہاڑ پر دکھایا گیا تھا اُس کے مطابق سب چیزیں یعنی پاک خیمے کی چیزیں بنانا"۔ سو یہودیوں کا خیمہ اور ان کی ہیکل صرف عکس اور نقلیں تھیں۔ مسیح اس دنیاوی ہیکل میں نذریں نہیں گزرانتا تھا۔ یہ لاویوں کا فرض تھا اور بغیر مسیح کے لاوی کے کاہن شریعت کے قانون کے مطابق اس کام کو سرانجام دیتے تھے۔ اس لئے مسیح کی خدمت دنیاوی ہیکل میں نہیں بلکہ آسمانی مقدس میں ہے اور ان آیتوں میں ایک اور چھوٹا سا فرق نظر آتا ہے۔ کاہن قربانیاں گزرانتے وقت کھڑا رہتا۔ لیکن مسیح اپنی خدمت کرنے بیٹھتا ہے۔ وہ نہ صرف کاہن ہے بلکہ بادشاہ بھی ہے۔ اس لئے وہ خدا کی دہنی طرف بیٹھتا ہے۔ لیکن اگر مسیح کاہن ہو تو ضرور ہے کہ اُس کے پاس بھی گزراننے کو کچھ ہو۔ ان آیتوں میں مصنف ہمیں بتلاتا ہے کہ مسیح کاہن ہو کر کونسا ہدیہ گزرانتا ہے۔ نویں باب میں اس کا بہت سا ذکر ہوگا۔

(ب) مسیح ہمارا سردار کاہن نئے عہد کا درمیانی ٹھہرا (باب ۸: ۶-۱۳)

عبرانیوں کے خط کے مطابق مسیح شروع ہی سے ہمارا کاہن نہ تھا۔ وہ اپنی دنیاوی زندگی کے دُکھوں کے ذریعے اس عہدے تک پہنچا۔ اور اُس کی نئی کہانت کے ساتھ ہمارے لئے ایک نیا عہد باندھا جاتا ہے۔

پرانا عہد جس کا درمیانی موسیٰ ٹھہرا - وہ بھی خدا سے اور خدا کی مرضی کے مطابق تھا - اُس میں یہ خاص نقص تھا کہ لوگ اُس کو نہ مانتے تھے - آٹھویں آیت میں جب خدا یرمیاہ نبی کی معرفت نقص بتاتا ہے - تو عہد کے نقص کا ذکر نہیں - لیکن ان کے نقص کا ذکر کرتا ہے - یعنی بنی اسرائیل کے نقص جو کہ عہد کو نہیں مانتے تھے - پرانا عہد کیسا عہد تھا؟

خدا نے وعدہ کیا ہے کہ اگر ایک قوم یعنی بنی اسرائیل میرے حکموں کو جو توریت میں صاف طور پر لکھے ہوئے ہیں عمل میں لائیں تو میں اُنہیں ملک کنعان دُونگا - اس کے ساتھ یہ بھی انتظام تھا کہ اگر کوئی شخص خدا کے حکموں کو اتفاقاً توڑے تو مقرر کردہ قربانیوں کے وسیلے سے وہ بچ سکتا تھا - اور عہد قائم رہ سکتا تھا - اس میں نہ صرف خدا کا انصاف بلکہ خدا کی رحمت دکھائی دیتی ہے - لیکن اس عہد میں دو چار باتیں مکمل نہ تھیں (۱) عہد صرف ظاہری چال چلن اور ظاہری رسومات پر منحصر ہے - اس طرح وہ انسان کے دل تک نہیں پہنچتا ہے - اور ضمیر کو تسلی نہیں دے سکتا ہے - اُس کے نیک کام ظاہری کام تھے - اور اُس کے انعامات بھی دنیاوی تھے -

(۲) یہ عہد صرف ایک ہی قوم یعنی بنی اسرائیل کے لئے تھا - خدا نے صرف عبرانیوں کے باپ دادا سے یہ عہد باندھا تھا اور یہودیوں کے خیال میں بعض آدمی یعنی نبی اور کاہن اس عہد سے خاص طرح تعلق رکھتے تھے - سو ایک نئے عہد کی ضرورت تھی جو سبھوں کے لئے ہوتا -

(۳) پُرانے عہد میں معافی مشکل اور محدود تھی - بیشک جو لوگ اچانک گناہ میں مُبتلا ہوئے وہ قربانیوں کے وسیلے سے ظاہری طور پر معافی حاصل کر سکتے تھے - لیکن سب ضروری رسومات کو پُورا کرنا ان کے واسطے مشکل تھا -

اور بسا اوقات گنہگار کے دل میں کچھ تسلّی نہ ہوتی۔ لیکن کہانت کی طرح
یہ عہد اچھی چیزوں کا عکس بھی ہے۔ اور اس سے پیشتر پانچ سو سال
ہوئے کہ یرمیاہ نبی نے نئے عہد کی پیشینگوئی کی۔ یرمیاہ نے دیکھ لیا کہ
میری قوم نے خدا کے پُرانے عہد کو رد کر دیا۔ سو خدا نے اُنہیں ملک موعود
سے نکال دیا تاکہ وہ بابل کے ملک میں جلاوطن ہو جائیں۔ سو یرمیاہ
نے ایک نئے عہد کی ضرورت محسوس کی اور اس کی پیشینگوئی کی اور یہ نیا
عہد ان تینوں پہلوؤں سے مکمل ہے۔ (۱) عہد باطنی ہے اس کے مطابق دل کی
صفائی کی ضرورت ہے۔ اور وہ ضمیر کو پوری تسلّی دے سکتی ہے۔ (۲) سب
لوگ خواہ یہودیوں میں سے ہوں یا غیر قوموں میں سے اس عہد میں شامل
ہو سکتے ہیں۔ (۳) اور اس عہد کے وسیلے سے سب گناہوں کی مکمل معافی
ہو سکتی ہے اور یہ نئے عہد کی خاصیت ہے۔ باقی مذہبوں میں بہت سے طریقے
موجود ہیں جن سے آدمی معافی پانے کی خواہش کرتے ہیں۔ ہندو لوگ دریائے
گنگا میں نہاتے ہیں۔ مسلمان لوگ اپنے مقرر کردہ فرائض کو پورا کرتے ہیں۔
یہودی لوگ اپنے ذبیحے گزرانتے تھے۔ لیکن اُن میں سے بہت سے شخص یہ
مانتے ہیں کہ وہ خدا کی مکمل معافی کو نہیں جانتے۔ یہ ہمارے سردار کاہن کی
سب سے اعلےٰ بخشش ہے۔ خدا کہتا ہے کہ ان کے گناہوں کو پھر کبھی یاد نہ
کرُونگا۔ یہ فضل کا عہد ہے جسے مسیح نے اپنی موت کے وسیلے سے باندھا کہ
خداوند یسوع پر ایمان لا اور تو نجات پائیگا۔ اور مسیح وعدہ کرتا ہے کہ میں
اپنے بھائیوں کو اپنے آسمانی آرام میں داخل کرُونگا۔ اور یہ معافی نہ صرف
عہد کا نتیجہ ہے۔ بلکہ عہد باندھنے سے پیشتر یہ ضرور ہے کہ عہد باندھنے والوں
میں یگانگت ہو۔ ورنہ اُن کا عہد کبھی نہیں ہو سکتا۔ سو مسیح نے صلیب پر

ہماری معافی کرائی تا کہ ہم رکاوٹ کے بغیر خدا کے پاس آئیں اور خدا سے عہد باندھیں۔ جب مصنّف نے چھٹے باب میں ابتدائی باتوں کا ذکر کیا تو ان ابتدائی باتوں میں گناہ کی معافی نہیں پائی جاتی۔ اور فی الحقیقت گناہوں کی معافی ایک ایسا مسئلہ ہے جو نوزاد بچوں کی عقل سے باہر ہے۔ ایسے بچے یہ کہتے ہیں کہ خدا آسانی سے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ معافی دینا اس کی خاصیت ہے۔ لیکن یہ دنیا کی معافی ہے۔ خدا کی معافی سخت غذا کی طرح ہمارے لئے مشکل مسئلہ ہے۔ اور صرف وہ جو مسیحی زندگی میں ترقی کرتے جاتے ہیں اس معافی کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا بیان نویں اور دسویں باب میں ہوگا۔

اس باب کی آخری آیت میں ذکر ہے کہ پُرانا عہد مٹنے کے قریب ہے۔ ہمیں ٹھیک معلوم نہیں کہ کس زمانے کا ذکر اس آیت میں پایا جاتا ہے۔ یرمیاہ نبی کا زمانہ یا عبرانیوں کے مصنّف کا زمانہ۔ اگر مصنف کے زمانے کا ذکر ہوتا تو شاید اس نے دکھایا ہوتا کہ یروشلم کی ہیکل تباہ ہونے کو ہے اور اس کی تباہی کے ساتھ سب یہودی رسومات بند کی جائینگی۔ سنہ ۷۰ء میں رومیوں نے ہیکل کو تباہ کر دیا سو اس ہیکل کے مطابق اس آیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۷۰ء سے تھوڑا عرصہ بیشتر مصنف نے اس خط کو لکھا۔

(ج) پرانے عہد کی عبادت میں چند ایک کمیاں تھیں (باب ۹: ۱-۱۰)

نویں باب کی پہلی دس آیتوں میں مصنف پرانے عہد کی عبادت کی چند ایک کمیاں بتلاتا ہے۔ تا کہ عبرانیوں کو معلوم ہو کہ نئے عہد کی کتنی ضرورت ہے۔

(۱) پرانے عہد کا مقدس دنیاوی تھا اور اس کا سب ساز و سامان دنیاوی اور جسمانی تھا۔ دوسری سے پانچویں آیت تک سامان کی فہرست لکھی ہوئی ہے۔ لیکن مصنف کہتا ہے کہ ان باتوں کے مفصّل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔ موسٰے نے اِن چیزوں کو خدا کے حکم کے مطابق بنوایا۔ اور ان کے ذریعے خدا نے بنی اسرائیل کو بہت سی برکتیں بخشیں اور وہ آئندہ کی اچھی چیزوں کے عکس تھیں۔ لیکن محض ان جسمانی چیزوں سے نجات نہیں مل سکتی۔ ہم بھی گرجے بناتے ہیں تاکہ اُن میں ہم خدا کی عبادت اچھی طرح سے کریں اور عقل کے مطابق ہمیں اُن کو خوبصُورت چیزوں سے آراستہ کرنا چاہئے تاکہ ہم خدا کی عبادت زیادہ سنجیدگی سے کریں۔ اور خدا کا جلال ہماری عبادت کے ذریعے ظاہر ہو۔ لیکن خداوند کے گھر کی خوبصورتی یا آراستگی سے ہم نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم روحیں ہیں اور صرف روحانی طریقے سے ہم نجات پا سکتے ہیں۔ خدا بھی رُوح ہے اور ضرور ہے کہ اُس کے پرستار رُوح اور راستی سے اُس کی عبادت کریں۔ یہودیوں کا دنیاوی مقدس روحانی عبادت کے لئے کافی نہیں تھا۔

(۲) دوسری کمی یہ تھی کہ مقدس ایسا تھا کہ عام لوگ خدا کے نزدیک نہیں آ سکتے تھے۔ عام لوگ محض مقدس کے احاطہ میں داخل ہو سکتے تھے۔ صرف کاہن پہلے خیمے کے پہلے حصہ میں ہر وقت داخل ہوتے تھے۔ لیکن یہ پہلا حصہ یعنی پاک جگہ خدا کی حضوری سے کچھ دُور تھی۔ پاک ترین جگہ میں صرف سردار کاہن ہی سال بھر میں ایک بار جا سکتا تھا۔ اور خدا کے حضور میں داخل ہو سکتا تھا۔ اور میرے خیال میں مصنّف سوچتا ہے کہ یہ پاک ترین جگہ بھی خدا کے آسمانی گھر کا صرف عکس ہے۔ لیکن جب مسیح

پردے سے گزر کر خدا کے حضور پہنچا تو اُس نے اپنے سب بھائیوں کے
واسطے داخل ہونے کا راستہ کھول دیا۔ نہ صرف سردار کاہن کے لئے بلکہ
سب ایماندار وں کے لئے یہاں تک لکھا گیا ہے کہ جو لوگ پاسبان کو کاہن کہتے
ہیں۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ اگر کاہن وہی شخص ہو جو خدا کے پاس آسکتا ہے۔
ہم سب کے سب خواہ پاسبان ہوں۔خواہ جماعت کے ہوں مسیح کے
ساتھ خدا کے حضور آسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہم سب کاہن ہیں۔ لیکن اگر
کاہن صرف وہی شخص ہو جو قربانیاں گزرانتا ہے۔ تو صرف مسیح کاہن ہے۔
کیونکہ اس نے ہماری خاطر ایک ہی قربانی ہمیشہ کے لئے چڑھائی۔ ان باتوں
سے پاسبان میں اور باقی مسیحیوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔

(ج) پُرانے عہد کی جسمانی اور دنیاوی چیزیں عبادت کرنے والے کو دل کے
اعتبار سے کامل نہ کر سکتی تھیں۔ پُرانے عہد میں بہت سے احکام اور قربانیوں
اور غسلوں اور ایسی ظاہری چیزوں کے لئے دیے گئے تھے لیکن جب
کبھی کسی نے ان سبھوں کو شریعت کے مطابق انجام دیا۔ وہ ہمیشہ اپنے دل
میں ایک کمی محسوس کرتا تھا۔ ایسی دنیاوی چیزیں انسان کی رُوح کو کامل
نہیں کر سکتیں۔ اب بھی ایسے آدمی یہ سوال کرتے ہیں کہ میں نے خدا کے
سب احکام پر عمل کیا ہے۔ اب مجھ میں کس بات کی کمی ہے؟ نئے عہد کی ضرورت
ہے جس سے انسان کا دل اطمینان پا سکتا ہے۔

(د) مسیح کا خون بہانا مکمل اور مؤثر قربانی ثابت ہُوئی (باب ۹: ۱۱-۲۸)
ان آیتوں پر غور کرنے سے پیشتر ہمیں دو باتوں کو یاد کرنا چاہئے۔ یہودیوں
کی بہت سی قربانیوں میں سب سے اہم یہ بات تھی کہ قربانی دینے والا ذبح کے
ہوئے جانور کے ذریعے سے اپنے آپ کو خدا کے ہاتھوں میں دیتا مثلاً اجبار

کے پہلے باب میں سوختنی قربانی کے بارے میں یہ حکم تھا کہ قربانی دینے والا سوختنی قربانی کے جانور کے سر پہ اپنا ہاتھ رکھے۔ تب وہ اس کی طرف سے مقبول ہوگا۔ تاکہ اس کے لئے کفارہ ہو۔ اور وہ اس بچھڑے کو خداوند کے حضور ذبح کرے۔ اور بعد میں جو خون مذبح پر چھڑکا جاتا وہ نشان ہوتا کہ قربانی دینے والے کی جان خدا کے واسطے مخصوص کی جاتی ہے۔ اسی طرح مسیح کی قربانی کے وسیلے سے ہم قیمت سے خریدے گئے ہیں۔ یعنی مسیح کے خون سے۔ اس لئے ہم اپنے نہیں بلکہ خداوند کے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نہ ہی توریت کی قربانیوں کے بیان میں ہی اس خط کی مکمل قربانی کے بیان میں گناہ کی سزا سے بچنے کا خاص ذکر ہے۔ بیشک ہم مانتے ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طریقے سے مسیح نے ہماری جگہ گناہ کی سزا اُٹھائی۔ لیکن عبرانیوں کے خط کا مصنف اس بات پہ زور نہیں دیتا۔

ہم اب ان آیتوں سے دیکھینگے کہ مسیح کا خون بہانا ہمارے واسطے کیسی قربانی ہے۔

(۱) جب یہودیوں کا سردار کاہن پاک ترین جگہ میں داخل ہوتا تو وہ خون لے کر اندر جاتا۔ احبار کے سولھویں باب میں ذکر ہے کہ سردار کاہن اس خون کو لے کر اپنے ہی اور باقی بنی اسرائیل کے گناہوں کے سبب کفارہ دیا کرتا تھا۔ جس عبرانی لفظ کا ترجمہ کفارہ ہے۔ اس کے معنی وہ چیز ہے جس کے وسیلے سے ہم خدا کے نزدیک آ سکتے ہیں۔ گناہ کا یہ اثر ہمیشہ ہے کہ ہم خدا کے نزدیک نہیں آ سکتے۔ اس طرح یسعیاہ نبی کہتا ہے۔ کہ تمہاری بدکرداری نے تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان جدائی کر دی ہے۔ اور تمہارے گناہوں نے اسے تم سے روپوش کیا۔ (یسعیاہ ۵۹: ۲)۔

لیکن خون کے وسیلے سے جو جان دینے کا نشان ہے ہم خدا کے پاس آ سکتے
ہیں۔ سو مسیح اپنا ہی خون لے کر پاک ترین جگہ میں ایک ہی بار داخل ہو گیا۔
اور ابدی خلاصی کرائی۔

(۲) جس یونانی لفظ کے عام معنی عہد ہیں۔ اُس کے دوسرے معنی وصیت
ہیں۔ اور سولھویں آیت میں مصنّف اس دوسرے معنی پر غور کرتا ہے۔ مسیح
وصیت کے طور پر ایک اعلےٰ بخشش دینے کو تھا۔ یعنی گناہوں کی معافی۔ لیکن
جب تک وصیت کرنے والا زندہ رہتا ہے۔ اُس کی وصیت کا اجرا نہیں
ہوتا ہے۔ اُس کی موت کے بعد وصیت جاری ہوتی ہے۔ سو مسیح کو موت
سہنا چاہئے تھا تاکہ وہ اپنے بھائیوں کو معافی کی بخشش دے۔ اور انہیں آسمانی
آرام میں داخل کرے۔ اس طرح مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ میرا جانا
تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ نہ صرف پاک رُوح کی بخشش بلکہ معافی کی بخشش
بھی اس کی موت پر منحصر تھی۔ اس لئے اس کا خون بہانا ضرور تھا۔

(۳) جس وقت موسےٰ نے شریعت کا عہد باندھا اُس نے خون لے کر لوگوں
پر چھڑکا اور کہا کہ دیکھو یہ اس عہد کا خون ہے جو خداوند نے ان سب
باتوں کے بارے میں تمہارے ساتھ باندھا ہے۔ (خروج ۲۴: ۸) اسی طرح
جب مسیح نیا عہد باندھنے کو تھا۔ اُس نے پیالہ لے کر کہا کہ یہ پیالہ میرے
خون میں نیا عہد ہے۔ قدیم زمانے سے یہودیوں کے دستور کے مطابق
خون بہانا عہد باندھنے کا نشان تھا۔ لیکن موسےٰ کے عہد باندھنے میں اور
مسیح کے عہد باندھنے میں ایک عجیب فرق ہے۔ موسےٰ نے صرف لوگوں کے
بیرونی حصّوں پر خون چھڑکا۔ لیکن عشاءِ ربانی میں ہم پیالے سے پیتے ہیں۔ تاکہ
مسیح کا خون ہمارے دلوں کے اندر پہنچے۔ یہ فرق اس بات کی طرف اشارہ

کرتا ہے کہ مسیح کے خون سے انسانوں کا دل بھی صادق ہو سکتا ہے۔ سو مسیح نے اپنا خون بہایا تاکہ ہم صاف ہو کے نئے عہد میں شامل ہو سکیں۔

(۴) یہودیوں کی رسومات کے مطابق خون چھڑکنے سے سب چیزیں صاف اور پاک کی جاتی تھیں۔ اس خط میں مصنف اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ جس میں گناہ کا داغ ہو۔ وہ خدا کے نزدیک نہیں آ سکتا۔ سو ہر انسان کو خون سے صاف ہونے کی ضرورت ہے۔ اور کاہن دوسری چیزوں پہ بھی خون چھڑکتا تھا تاکہ وہ خدا کی خدمت کے لئے صاف اور مخصوص کی جائیں۔ بیسویں آیت میں ذکر ہے کہ تقریباً ساری چیزیں شریعت کے مطابق خون سے پاک کی جاتی ہیں۔ اور بغیر خون بہائے معافی نہیں ہوتی۔ تیئیسویں آیت میں مصنف ایک عجیب رائے پیش کرتا ہے۔ کہ جب مسیح آسمانی مقدس تک پہنچا اس نے اپنے ہی خون سے اس مقدس کو بھی پاک کیا۔ صرف مسیح کا خون آسمانی مقدس کے لائق تھا۔ ہم یقین نہیں کر سکتے کہ آسمانی مقدس کو صفائی کی ضرورت تھی لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسیح نے اس مقدس کو اپنے خون سے ایک نئے کام کے واسطے مخصوص کیا تاکہ وہ اپنے بھائیوں کو اس مقدس میں داخل کرے۔ خون بہانا مخصوصیت کا نشان بھی ہو سکتا ہے۔

اس باب کی آخری آیتوں میں ذکر ہے کہ مسیح کو صرف ایک ہی قربانی چڑھانی تھی۔ جب اُس نے اس قربانی میں اپنی جان دی تو ضرورت نہ تھی کہ وہ دوسری بار ایسی قربانی چڑھائے۔ انسان صرف ایک دفعہ موت تک پہنچتا ہے اور مسیح انسان ہو کے محض ایک بار اپنی جان دے سکتا تھا۔ لیکن جس طرح کفارے کے دن کو سردار کاہن پاک ترین جگہ سے نکل کر لوگوں کو دکھائی دیتا۔ اسی طرح دوسری آمد کے موقعہ پر مسیح ان کو دکھائی دیگا جو اس کی راہ دیکھتے ہیں۔

اس خط میں دوسری آمد کا تھوڑا ذکر ہے۔ لیکن مصنف یہ جانتا ہے کہ ہمارا سردار کاہن جو آسمانی مقدس میں ہمارے لئے التماس کرتا رہتا ہے۔ وہ دوسری بار ہمیں دکھائی دیگا۔

(۵) خدا کی مرضی کو پورا کرنا ہمارے خدا کے حضور سب سے بہترین قربانی ہے۔ سو مسیح کی قربانی اس قسم کی تھی (باب ۱۰: ۱-۱۸)

پچھلے باب میں ہم نے دیکھا کہ خون بہانا چار کاموں کے لئے ضروری تھا۔ یعنی خدا کے نزدیک آنے۔ وصیت کے جاری ہونے۔ عہد باندھنے اور قربانی دینے والے کو صاف اور مخصوص کرنے کے لئے۔ پُرانے عہد کی قربانیاں ان کاموں کو ادُھورے اور جسمانی طور پر پورا کرتی ہیں۔ لیکن مسیح کی قربانی مکمل اور روحانی طور پر ان کو پُورا کرتی ہے۔ اور مصنف ان قربانیوں کے عام نقص پھر بتاتا ہے۔ نہ وہ انسان کو تسلی دے سکتی ہیں۔ نہ خدا کو پسند آتی ہیں۔ وہ گزراننے والوں کو کامل نہیں کرسکتی ہیں۔ ان قربانیوں سے لوگوں کے ضمیر صاف نہ کئے جاتے۔ اور ان کے دلوں کو معافی کا یقین نہ ہوتا۔ ایک قربانی چڑھانے کے بعد بھی وہ اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے۔ اس دلی بے چینی کو دُور کرنے کے لئے وہ اور قربانی گزرانتے۔ اس طرح قربانیاں گزراننے کا سلسلہ جاری رہتا۔ اس طرح وہ اپنے اس مرض کا علاج نہ کرسکتے بلکہ اس طرح ان کے گناہوں کی یاد ہمیشہ تازہ رہتی۔ فی الحقیقت ان قربانیوں میں دو نقص تھے۔ وہ روحانی نہ تھیں۔ اس لئے ان کا اثر دل اور ضمیر تک نہ پہنچتا تھا اور وہ کامل نہ تھیں۔ اس لئے اُن کو بار بار گزراننا پڑتا تھا۔ اور یہ قربانیاں خدا کو بھی پسند نہ تھیں۔ نبیوں نے بہت سی دفعہ یہ ہدایت کی کہ دیکھ فرمانبرداری قربانی سے اور بات ماننا مینڈھوں کی چربی سے بہتر ہے۔ مصنف چالیسویں زبور

سے یہ آیت پیش کرتا ہے کہ پُوری سوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں سے تو خوش نہ ہُوا - اور میرے خیال میں خدا کے سامنے ان قربانیوں میں یہی نقص تھا کہ وہ روحانی نہ تھیں - اور کامل طور پر انسان کو خدا کے نزدیک نہیں لا سکتی تھیں -

ایک ہی قربانی رُوحانی اور مکمل ہے - لیکن انسان کے لئے یہ قربانی سب سے مشکل قربانی ہے اور مسیح کے سوائے کسی آدمی نے اس قربانی کو نہیں گزرانا - چالیسویں زبور کی پیشینگوئی میں مسیح فرماتا ہے کہ دیکھ میں آیا ہوں تاکہ اَے خدا تیری مرضی پُوری کروں - انسانی طور پر مسیح بھی اپنی مرضی پوری کرنی چاہتا تھا - اگر وہ یہ نہ چاہتا تو وہ انسان نہ ہوتا - اس لئے اُس نے دعا مانگی کہ اے باپ اگر تو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹا لے - لیکن مسیح نے بھی اپنی مکمل قربانی چڑھاتے ہوئے کہا - کہ تاہم میری مرضی نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پُوری ہو - اور اس سے قربانی میں اور پرُانے عہد کی قربانیوں میں یہ عجیب فرق ہے - پرُانے عہد کی قربانی دینے والے خدا کی مرضی کو جسمانی طور پر ضرور پوری کرتے تھے - ان کی قربانیاں خدا کے حکم کے مطابق تھیں - لیکن خدا کی مرضی کسی دوسرے جانور بیل یا بچھڑے کے بدن میں پوری کی جاتی - مسیح نے اپنے ہی بدن میں خدا کی مرضی کو پورا کیا - اس لئے چالیسویں زبور کے یونانی ترجمے میں لکھا ہے کہ بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا - مسیح کو جسمانی بدن مِلا تاکہ اس بدن کے ذریعے وہ خدا کی مرضی پُوری کرے -

بہت سال ہوئے ملک سکاٹ لینڈ میں ایک پادری صاحب نے یہ تعلیم دی کہ مسیح کی قربانی صرف اس بات پر منحصر تھی کہ مسیح نے خدا کی مرضی پُوری کی ان کے خیال میں یہ مسیح کی صلیب کا پُورا بھید تھا - اور اُنھوں نے اپنے دعوے کو

ثابت کرنے کے لئے اسی باب سے دلیلیں پیش کیں۔ لوگوں نے اس خیال کو بدعت سمجھا۔ اور ان پادری صاحب کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا۔ اور ان کے مخالفوں کا خیال صحیح بھی تھا۔ کیونکہ مسیح کی صلیب میں صرف ایک ہی بھید نہیں۔ بلکہ اس میں بے شمار بھید ہیں۔ اور کون تبلا سکتا ہے کہ مسیح نے کن طریقوں سے ہماری نجات کرائی۔ لیکن میں بھی اس کو مانتا ہُوں کہ مسیح کی قربانی میں یہ ایک بہت لازمی اور مفید حصہ تھا کہ مسیح نے اپنی ہی مرضی نہیں بلکہ خدا کی مرضی پُوری کی۔ ایسی قربانی روحانی قربانی ہے۔ جس میں جسمانی چیزوں کا سوال نہیں ہے اور مسیح کی قربانی اس بات میں بھی روحانی ثابت ہوئی کہ اس نے صلیب پر موت کو سہنے کے سبب سب جسمانی چیزوں کو رد کر دیا۔

عزیزو! مسیح نے کہا کہ اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے اور ہر روز اپنی صلیب اُٹھائے۔ اور میرے پیچھے ہو لے۔ اور پطرس اور پولوس دونوں ہمیں ہدایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسیح کے دُکھوں میں شریک ہونا چاہئے۔ شاید آپ کو اور مجھ کو موقع نہ ملے کہ شہید ہو کر صلیب پر اپنی جان دیں۔ لیکن ہم سب کے سب مسیح کے ساتھ یہ قربانی چڑھا سکتے ہیں۔ کہ ہم اپنی مرضی نہیں بلکہ خدا کی مرضی پُوری کریں۔ شاید اسی طرح مسیح نے بھی دُکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی۔ ہم سب مسیح کے ساتھ فرمانبرداری سیکھیں تو یہ کہہ سکتے ہیں۔ دیکھ میں آیا ہوں کہ تیری مرضی پُوری کروں۔ یہ ہماری صلیب ہو سکتی ہے۔ یہ ضرور ایک ایسی قربانی ہے جس میں ہم شامل ہو سکتے ہیں۔

میں نے پہلے کہا کہ بنی اسرائیل مکمل معافی نہیں جانتے تھے۔ اور نہ ہم سے

اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اکثر اوقات مسیحیوں کی بھی یہی حالت ہوئی ہے۔ جو پیشینگوئی یرمیاہ نبی نے کی کہ خدا ہمارے گناہوں اور بدیوں کو پھر یاد نہ کریگا ہم اس کو سچے طور پر نہیں مانتے ہیں۔ اور معافی کے احساس کے بغیر دل کو آرام نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اس کمی کا سبب شاید یہ ہے کہ ہم اب تک اپنی مرضی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ نہ کہ خدا کی مرضی۔ جب ہم صرف خدا کی مرضی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم معلوم کرینگے کہ فی الواقع ہمارے گناہ معاف ہوئے ہیں۔ اور ہم اس دنیا میں بھی آسمان کے آرام میں شامل ہونگے۔

اور ان باتوں کو ثابت کرنے کے لئے مصنّف دو دلیلیں پیش کرتا ہے۔ مسیح اپنی ایک ہی قربانی گزران چکا ہے۔ اب وہ کاہن کی طرح مذبح کے پاس کھڑا نہیں بلکہ بادشاہ کی طرح خدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے۔ اس کی قربانی دینے کا کام پورا ہوا۔ ہماری معافی کرانے میں کوئی کمی باقی نہیں۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ خدا نے جس کے وعدے بے تبدیل اور قائم ہیں۔ یرمیاہ نبی کی معرفت یہ وعدہ کیا کہ میں اپنے قانون ان کے دلوں پر لکھونگا۔ اور ان کے ذہن میں ڈالونگا۔ ان کے گناہوں اور بدیوں کو پھر کبھی یاد نہ کرونگا۔ ہم ایسے وعدوں پر بھروسہ رکھ کے یہ جان سکتے ہیں کہ مسیح کی قربانی کے ذریعے ہمارے گناہ معاف ہوئے ہیں۔ اب گناہ کی قربانی کی ضرورت نہیں۔

—۵—

ان تعلیمات کا مسیحیوں کی زندگی پر اثر (ا) ایمان (ب) دکھ اٹھانا

(۱۰: ۱۲- ۱۹: ۱- ۱۳)

(ا) مسیحی زندگی میں دلیری اور صبر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو جان بوجھ کے اس

نجات کو رد کرتا ہے۔ اس کے گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی۔
(۱۰: ۱۹-۳۹) ان باتوں پر غور کرتے ہوئے ہم (۱) پاک ترین جگہ میں دلیری سے
داخل ہوجائیں (۲) اپنی امید کے اقرار کو مضبوطی سے تھامے رہیں (۳) محبت
اور نیک کاموں کی ترغیب دینے کے لئے ایک دوسرے کا لحاظ رکھیں۔ اگر
ہم حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد جان بوجھ کر گناہ کریں۔ تو گناہوں
کی اور کوئی قربانی باقی نہیں رہتی۔

(ب) ایمان کی خاصیتیں کیا ہیں اور پرانے عہدنامے میں ایمان کے کیسے
اعلےٰ نمونے ہیں؟ (۱۱ باب) (۱) ایمان امید کی ہوئی چیزوں کا اعتماد اور
اَن دیکھی چیزوں کا ثبوت ہے۔ (۲) پرانے عہدنامے میں بعض مثالوں میں
ان دیکھی چیزیں اس دنیا کی چیزیں ہیں۔ بعض مثالوں میں ان دیکھی چیزیں
روحانی چیزوں کی پیش نشانیاں اور عکس تھیں (۳) جو بزرگ اپنے ایمان
کے لئے مشہور ہوگئے۔ وہ بھی عجیب کاموں کو عمل میں لانے والے تھے (۴)
بہت سے بزرگوں نے دُکھ سہتے ہوئے اپنا ایمان ظاہر کیا۔

(ج) دُکھ سہنا ہمارے لئے فائدہ مند ہے (۱۲ باب ۱ سے ۳ آیت تک) یہ زندگی
ایک دَوڑ ہے۔ ایماندار بزرگ ہمیں دیکھتے ہیں۔ اور مسیح دَوڑ کا نشان ہے۔
(۲) اس دوڑ کی تمثیل سے اور دوسری دلیلوں سے مصنف ان لوگوں کو جو دُکھ
سہتے ہیں۔ دلاسا دیتا ہے۔ (۱) سب ایماندار بزرگ ہماری مسیحی زندگی کو
دیکھتے ہیں (۲) مسیح خود اس دوڑ کا شروع کرنے والا ہے۔ اور اس دوڑ کا
نشان ہے (۳) مسیح نے خود اس دوڑ میں شامل ہو کر ہمیں نمونہ دیا (۴) خداوند
اسی کو ملامت کرتا ہے جس سے اسے محبت ہے (۳) دُکھ کا اثر دو قسم کا
ہوسکتا ہے۔ (i) ہم اپنے دلوں کو سخت کر سکتے ہیں (ii) ہم اپنے آپ کو

درست کر سکتے ہیں ۔دُکھوں کی دُوسری قسم کا اثر ہم میں ہونا چاہیئے۔

۵- اِن تعلیمات کا مسیحیوں کی زندگی پر اثر (۱) ایمان (ب) دُکھ اُٹھانا۔

(باب ۱۰: ۱۹ - ۱۲: ۱-۱۳)

(۱) مسیحی زندگی میں دیری اور صبر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو جان بُوجھ کے اس نجات کو رد کرتا ہے۔ اُس کے گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی ۔(باب ۱۰: ۱۹- ۳۹)

شروع میں ہم نے کہا کہ اس خط کے ہر ایک حِصّے کے بیچ میں چند ایک آگاہی اور ملامت کی آیتیں پائی جاتی ہیں اور ہم نے اپنے پہلے تین حصوں میں ایسی آیتیں دیکھیں۔ لیکن چوتھے حِصّے میں ہم نے ایسی آیتیں نہیں دیکھیں۔ شاید اس وجہ سے کہ یہ حصّہ ابھی تک ختم نہیں ہُوا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ چوتھا حصّہ آٹھویں باب سے بارھویں باب تک ہے ۔ اور اس لمبے حِصّے کے بیچ میں بھی ملامت اور آگاہی کی آیتیں موجود ہیں۔ یعنی دسویں باب کی انیسویں آیت سے ۳۹ آیت تک ۔

نویں اور دسویں باب میں مسیح کی قربانی کا پُورا بیان ہے اور دراصل یہ ہماری انجیل کا خاص پیغام ہے ۔ سو اس پیغام کے بعد دسویں باب کی اُنیسویں آیت سے پچیسویں آیت تک مصنف بتلاتا ہے ۔ کہ ان باتوں پر غور کرتے ہوئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے ۔

(۱) پہلے ہم پاک ترین جگہ میں دلیری سے داخل ہو جائیں ۔ چوتھے باب میں ہم نے سُنا کہ زندگی میں بھی ہم خدا کے آرام میں داخل ہو سکتے ہیں ۔ اور اس طرح ہم خدا کے حضُور میں آ سکتے ہیں ۔ بیسویں آیت میں ایک پردے کا ذکر ہے ۔ جو مسیح کی موت سے پیشتر انسان کے اور خدا کے درمیان تھا۔ لیکن

اس آیت میں یہ پردہ ہیکل کا پردہ نہیں۔ مصنف بتلاتا ہے کہ یہ پردہ مسیح کا جسم ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ مسیح مجسم ہو کر خدا سے علیحدہ کیا گیا۔ اس لئے وہ اپنی زندگی میں خدا سے دعا مانگتا رہا۔ لیکن جب اس کا بدن پردہ کی طرح صلیب پر توڑا گیا تو پھر مسیح کو خدا کے ساتھ پوری یگانگت ہوئی۔ اور ہم بھی اس کے ساتھ خدا کے حضور آ سکتے ہیں۔ اس آسمانی گھر میں مسیح بڑا کاہن ہے اور مختار بھی ہے۔ سو ہم اُس کے بھائی ہو کے دلیری سے دعا میں خدا کے نزدیک آ سکتے ہیں۔ پانچویں آیت میں دو وسیلوں کا ذکر ہے۔ یعنی ہم دلوں پر چھینٹے لے کر اور بدن کو صاف پانی سے دُھلوا کر خدا کے پاس چلیں۔ شاید یہ ہی دو وسیلے عشاء ربانی اور بپتسمہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ہم ان کے ذریعے خدا کے حضور آ سکتے ہیں۔

(۲) ہمارا دوسرا کام یہ ہے کہ ہم اپنی امید کے اقرار کو مضبوطی سے تھامے رہیں۔ اس کے لئے اس ایمان کی ضرورت ہے جس کا بیان گیارھویں باب میں ہے۔

(۳) اس کے بعد ہدایت ہے کہ ہم محبت اور نیک کاموں کی ترغیب دینے کے لئے ایک دُوسرے کا لحاظ رکھیں۔ اس سارے خط میں مصنف نہ صرف شخصی نجات پر بلکہ خدا کی امت کی نجات پر زور دیتا ہے۔ قدیم زمانے میں خدا نے قوم سے عہد باندھا اور اگرچہ ان دنوں میں خدا نے ہر ایک انسان کے دل پر اپنا قانون لکھا۔ تب بھی مسیح نے اپنے بھائیوں کے لئے ایک قوم کو بھی چن لیا یعنی اپنی پاک کلیسیا کو۔ اس لئے ہر مسیحی کو نہ صرف اپنی ہی نجات کا فکر کرنا بلکہ ایک دوسرے کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ خاصکر مصنف نصیحت کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہونے سے باز نہ آئیں۔ اکثر دفعہ جمع ہونے

سے باز رہنا گناہ میں گرفتار ہونے میں پہلا قدم ہے۔ جو گرجے میں حاضر نہیں ہوتا وہ دنیادی کاموں میں مبتلا ہوتا اور شیطان کے پھندوں میں پڑ جاتا ہے۔ ہم یہ نہ سمجھیں کہ کلیسیائی عبادت سے غیر حاضر ہونا چھوٹی سی بات ہے۔ یہ خطرناک حالت کا شروع ہو سکتا ہے۔

اور اس نصیحت کو زوردار بنانے کے لئے چھبیسویں آیت میں مصنف تبلاتا ہے کہ اگر ہم حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد جان بُوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہتی۔ جو جان بُوجھ کے موسےٰ کی شریعت کو رد کرتا تھا وہ مارا جاتا تھا۔ اگر ہم اس طرح خدا کی باتیں اور اس کے نئے عہد کو رد کر دیں تو ہم کس قدر زیادہ سزا کے لائق ٹھہرینگے۔ ہم نہ سمجھیں کہ گناہ کو معاف کرنا خدا کے لئے آسان اور معمولی کام ہے۔ معافی دینے کے علاوہ خدا کا دوسرا کام انتقام لینا یا بدلہ دینا ہے۔ سو زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑنا ہولناک ہے۔

عزیزو یہ ضرور ہولناک باتیں ہیں۔ لیکن ساری بائبل میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ محض دو راستے ہمارے لئے موجود ہیں۔ یا تو ہم مسیح پر ایمان لا کے آسمان کے آرام میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یا ہم جان بُوجھ کر مسیح کو پامال کر کے خدا کی عدالت کے منتظر ہو سکتے ہیں۔ جس میں غضبناک آتش ہمیں کھائیگی۔ دنیا کے خیال کے مطابق ایک تیسرا راستہ بھی ہے۔ یعنی درمیان میں رہنا۔ نہ تو مسیح پر ایمان لانا۔ نہ اُس کی نجات کو رد کرنا لیکن ایسے تیسرے راستے کا ذکر خدا کے کلام میں نہیں ہے۔ مسیح فرماتا ہے کہ جو میرے ساتھ نہیں وہ میرے خلاف ہیں اور پھر جو میرے خلاف نہیں وہ ہماری طرف ہیں۔ لیکن اِدھر یا اُدھر نہ ہونا ناممکن ہے۔ اتنی بڑی نجات

سے غافل رہ کر ہم کیونکر بچ سکتے ہیں؟

ایسی سخت اور دردانگیز باتوں کے بعد مصنف عبرانی مسیحیوں کو یاد دلاتا ہے کہ انہوں نے پہلے دنوں میں کیسے دُکھ اُٹھائے۔ وہ خود یہ دُکھ اُٹھاتے تھے کیونکہ لوگ ان کو لعن طعن کرتے تھے اور تماشے کے طور پر اُن کا مذاق اُڑاتے تھے۔ اور وہ اس سے نہیں شرماتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ بھی شریک ہوئے جو زیادہ ترستائے جاتے تھے۔ ان دُکھوں کے ساتھ وہ قیدیوں سے ہمدردی کرتے تھے اور وہ اپنے مال کا لُٹ جانا بھی خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ ان دنوں میں ان عبرانیوں نے یہ ضرور مان لیا کہ آسمان میں ہمارے پاس ایک بہتر اور دائمی ملکیت ہے۔ یہ نام کے مسیحی نہیں تھے۔ بلکہ اپنے مذہب کے لحاظ سے سرگرم اور قائم تھے۔ لیکن ایسے آدمی اُن دنوں کے بعد اس خطرے میں تھے کہ وہ پیچھے ہٹیں اور جان بُوجھ کر مسیح کی صلیب کو رد کریں۔ میرے خیال میں یہ ہدایت میرے لئے اور آپ کے لئے اس خط کا سب سے ضروری سبق ہے۔ ہم کبھی کبھی سُنتے ہیں کہ کوئی مسیحی بھائی مسلمان ہوگیا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ چلو وہ صرف نام کا عیسائی تھا۔ لیکن یہاں ایسے آدمیوں کا ذکر ہے جو ہماری بہ نسبت بہت دیانتدار اور سرگرم مسیحی تھے۔ انہوں نے مسیح کی خاطر بہت دُکھ اُٹھایا تھا۔ لیکن وہ اب غافل ہونے اور پیچھے ہٹنے کے خطرے میں تھا۔ سو ہمیں معلوم ہو کہ ہماری حالت بھی بڑی خطرناک ہے ہم بھی خدا کے فضل کے بغیر آسانی سے ہٹنے والے ہو سکتے ہیں۔ اور عدالت کے لائق ٹھہر سکتے ہیں۔ زندہ خدا کے ہاتھوں پڑنا ہولناک بات ہے۔

سو اُن عبرانیوں کو دلیری اور صبر کی ضرورت تھی۔ اور ہم کو بھی دلیر ہونا اور صبر کرنا ضرور ہے۔ تاکہ خدا کی مرضی کو پورا کرکے وعدہ کی ہوئی چیزیں

حاصل کریں اور اس صبر اور دلیری کا بھید ایمان ہے۔ اگر ہم بھی اپنی جان بچانا چاہیں تو ہمیں ایمان رکھنا چاہیئے۔

(ب) ایمان کی خاصیتیں کیا ہیں۔ اور پرانے عہدنامے میں ایمان کے کیسے اعلےٰ نمونے ہیں (باب ۱۱)

گیارھویں باب کی پہلی آیت میں ایمان کی تعریف ہے۔ ایمان امید کی ہوئی چیزوں کا اعتماد اور ان دیکھی چیزوں کا ثبوت ہے۔ پنجابی ترجمے میں اعتماد کی بجائے یقین لکھا گیا ہے۔ اس آیت میں ذکر ہے کہ بعض چیزیں جن کی امید ہم رکھتے ہیں ان دیکھی ہیں۔ اس خط میں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح اپنی مکمل قربانی چڑھانے کے بعد خدا کے حضور پہنچا اور خدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے۔ یہ ایک ان دیکھی چیز ہے۔ مصنف یہ بھی کہتا ہے کہ وہاں ایک آسمانی مقدس ہے۔ جس کا یہودیوں کی ہیکل صرف عکس اور نقل تھی۔ اور کہ اس آسمانی مقدس میں مسیح ہماری ضرورت کے وقت ہماری امداد کرتا ہے۔ یہ بھی ان دیکھی چیز ہے۔ اور مسیح اس آسمانی مقدس میں اپنے بھائیوں کو اپنے ساتھ لاتا ہے اور انہیں ابدی آرام میں داخل کرتا ہے۔ یہ بھی ان دیکھی چیز ہے۔ اور مسیح نے ہمارے گناہوں کی مکمل معافی کرائی۔ تاکہ اس زندگی میں اور آنے والے جہان میں ہم اس کے ساتھ بغیر رکاوٹ کے خدا کے حضور آسکیں۔ یہ بھی ان دیکھی چیز ہے۔ دنیا ان دیکھی چیزوں کے بارے میں کیا کہتی ہے؟ یہ ان دیکھی چیزیں مسیحیوں کے دماغوں میں محض خیال اور فرضی باتیں ہیں۔ یہ حقیقی نہیں۔ کارل مارکس نے جو روسی اشتراکیت (Communism) کا بانی تھا کہا کہ مسیحی مذہب افیم ہے۔ جب لوگ اسے کھاتے ہیں۔ وہ اپنے دماغوں کے عجیب تصوروں پر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کے خیالات صرف افیم کھانے

دالے کے خواب ہیں - ہمیں کس طرح معلوم ہے کہ یہ ان دیکھی چیزیں فی الحقیقت موجود ہیں اور کہ ہم بھی اُن میں شامل ہوتے ہیں - صرف ایمان کے ذریعے - ایمان اُن پر اعتماد کرنا ہے - یعنی وہی چیز جو ہمیں سیدھا کھڑے رہنے کے لئے سہارا دے سکتی ہے - ایمان اُن کا ثبوت ہے - ایماندار کو دلیلوں کی ضرورت نہیں - ایمان اُن کا یقین ہے جس کے دل میں ایمان ہے - وہ روحانی آنکھوں سے اِن اَن دیکھی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے - اور اپنے دل میں ان کی حقیقت کو پہچان سکتا ہے -

اس گیارھویں باب میں پُرانے عہدنامے سے ایمان کی بہت سی مثالیں دی گئی ہیں - بعض مثالوں میں وہ ان دیکھی چیزیں جن کا اعتماد اور ثبوت ایمان ہے - اس دنیا کی چیزیں ہیں - نُوح نے یقین کیا کہ اتنی بارش آنے والی ہے - کہ دنیا میں ایک طوفان آجائیگا - اس کے ایمان کی اَن دیکھی چیز یہ طوفان تھا - ابراہیم اور سارہ نے یقین کیا کہ ہمارے ہاں بیشمار اولاد پیدا ہوگی - ان کے ایمان کی ان دیکھی چیز ایک بیٹا تھی - اور ابراہیم اور اضحاق اور یعقوب اور یوسف اور موسےٰ نے یقین کیا کہ بنی اسرائیل ملک موعود میں داخل ہوکے اس کو اپنے قبضہ میں کر لینگے - اُن کے ایمان کی ان دیکھی چیز کنعان کا ملک تھا - اور راحب فاحشہ نے مان لیا کہ یہ بنی اسرائیل جن کے جاسوس گھر میں آئے ہیں - یریحو شہر پر غالب آئینگے - اس کے ایمان کی ان دیکھی چیز یہ فتح تھی - اور آجنک بھی ایسا ایمان دنیاوی باتوں میں فائدہ مند ہے - سنہ ۱۹۴۰ء میں جب بہت سے لوگوں کے خیال میں ملک برطانیہ شکست کھانے کو تھا - مسٹر چرچل کے دل میں اس اَن دیکھی چیز کا یقین تھا کہ برطانیہ اس جنگ میں کامیاب ہوگا - یہ بھی ایک قسم کا ایمان ہے - اور دنیاوی لوگ اس کی قدر کرتے ہیں -

لیکن ان دنیاوی چیزوں کے علاوہ پُرانے عہدنامے میں ایسے لوگوں کا بھی ذکر ہے جن کا ایمان روحانی اور غیر فانی چیزوں کا ثبوت اور اعتماد تھا۔ ہابل اور حنوک نے مان لیا کہ اَن دیکھا خدا فی الواقع موجود ہے۔ ہابل نے مان لیا کہ خدا سب سے افضل قربانیوں کے لائق ہے۔ اور حنوک نے مان لیا کہ خدا جسے میری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں میرا دوست اور خیر خواہ ہے۔ دو چار سال ہوئے میں نے ایک کہانی پڑھی جس کا نام تھا (Wickhams' Fancy) "ویکم صاحب کے تصوّرات"۔ ویکم صاحب کو گاؤں میں اکیلے رہنا پڑا۔ لیکن وہ ہمیشہ ایک دوست کا ذکر کرتا رہا۔ جب کوئی اس سے صلاح پُوچھتا تو وہ جواب دیتا کہ میں اپنے دوست سے پُوچھ کے آپ کو صلاح دُونگا۔ جب وہ خود شک یا تکلیف میں پڑ جاتا تو وہ کہتا میرا دوست میری مدد ضرور کریگا۔ جب کوئی اس سے پُوچھتا کہ تم کیوں اُداس معلوم ہوتے ہو؟ تو وہ کہتا کہ میں نے بہت مدّت سے اپنے دوست کو نہیں دیکھا۔ گاؤں کے لوگ اکثر ایک دوسرے سے پُوچھتے کہ ویکم صاحب کا دوست کون ہے؟ بعض کہتے وہ کوئی زمیندار ہے۔ بعض کہتے وہ کوئی پردیسی ہے۔ اور بعض کہتے کہ وہ کوئی ملاح ہے۔ لیکن کسی نے ویکم صاحب کے دوست کو کبھی نہ دیکھا۔ اور بہت سے لوگ سمجھتے کہ ویکم صاحب کا دوست صرف خیالی ہے۔ اس کا دماغ کچھ بگڑ گیا ہے۔ اور جب ویکم صاحب مرنے کو تھا۔ اُس کا چہرہ نور سے چمک رہا تھا۔ اور وہ بولا کہ میرا دوست اب حاضر ہے۔ اور آخر کار مرتے دم اُس نے کہا کہ خدا میرا دوست اب حاضر ہے۔ ویکم صاحب کو بھی ایمانداروں کی طرح جاننا چاہیئے۔ وہ حنوک کی طرح ان دیکھے خدا پر اپنا ایمان رکھتا رہا۔

اور جو دنیاوی چیزیں پُرانے عہدنامے کے بزرگ ڈھونڈتے تھے۔

وہ روحانی چیزوں کا پیش نشان اور عکس تھیں۔ ابراہیم اور اضحاق اور یعقوب
جسموں میں سکونت کرتے ہوئے ایک پائدار شہر کی تلاش میں تھے۔ اور یہ پائدار
شہر فی الواقع اس دنیا کا نہیں۔ اگر وہ دنیاوی شہر ہوتا تو ابراہیم آسانی سے
اپنے وطن تک واپس جاتا۔ اور عراق کے کسی پائدار شہر میں سکونت کرتا۔
اُنہوں نے سمجھا کہ ملک کنعان میں یہ پائدار شہر ہے۔ اور اس ملک میں ہماری
قوم آرام پائیگی۔ لیکن چوتھے باب میں ہم نے پڑھا ہے کہ ملک کنعان میں بھی اُنہیں
آرام نہ ملا۔ وہ بزرگ ایمان کے ذریعے دُور سے اس آسمانی شہر کو دیکھتے تھے۔
جس کا معمار اور بنانے والا خدا ہے۔ یہ اَن دیکھا شہر وہی مقدس ہے۔ جس
میں مسیح اپنی قربانی چڑھانے کے بعد جا بیٹھا اور جس میں وہ اپنے بھائیوں
کو آرام دیتا ہے۔ یہ بھی قدیم زمانے کے بزرگوں کے ایمان کا مقصد تھا۔ اور ان
کی اَن دیکھی چیزوں میں سے بہت مسیح کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ہابل کا خون
بہانا مسیح کے خون بہانے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کا مصنف کہتا ہے کہ اگرچہ
ہابل مرگیا ہوا ہے تاہم اسی کے وسیلے سے اب تک کلام کرتے ہیں۔ اور جب
ابراہیم اور سارہ نے مان لیا کہ ہمارے بیشمار اولاد پیدا ہوگی۔ اور کہ زمین کے
سب قبیلے ہماری نسل کے وسیلے برکت پائیں گے۔ تو ان کے ایمان کا مقصد
مسیح تھا۔ ان بزرگوں کا ایمان بہت عجیب تھا۔ لیکن خدا کی ان دیکھی چیزیں
جن کا اعتماد اور ثبوت یہ ایمان تھا وہ اُن بزرگوں کی سمجھ سے باہر بھی تھیں۔
ہم بھی اُنہیں پُورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں۔
نہ کانوں نے سُنیں نہ آدمی کے دل میں آئیں وہ سب خدا نے اپنے محبت
رکھنے والوں کے لئے تیار کردیں۔ لیکن اُن میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ ہم
نے مسیح کی انجیل کو سُنا اور مسیح کے وسیلے سے ہم روحانی چیزوں کو بھی اپنی

روحانی آنکھوں سے کسی قدر دیکھ سکتے ہیں - بہت سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ ایمان رکھنے میں اور عمل کرنے میں بہت فرق ہے - لیکن اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بزرگ اپنے ایمان کے لئے مشہور ہو گئے وہ بھی عجیب کاموں کو عمل میں لانے والے تھے - اُنہوں نے ایمان ہی کے سبب بادشاہتوں کو مغلوب کیا - راستبازی کے کام کئے - وعدہ کی ہوئی چیزوں کو حاصل کیا شیروں کے منہ بند کئے - آگ کی تیزی کو بجھایا - تلوار کی دھار سے بچ نکلے - کمزوری میں زورآور ہوئے - لڑائی میں بہادر بنے - غیروں کی فوجوں کو بھگا دیا - (باب ۱۱ ۳۳ ، ۳۴) وہ اشخاص وہمی نہ تھے - وہ بہادر آدمی تھے - جنہوں نے بہت مشکل کاموں کو سرانجام دیا - دنیا اس کے لائق نہ تھی - کیونکہ ان کا ایمان ان کے کاموں میں دکھائی دیا - ہمیں یاد کرنا چاہئے کہ اگر ہمارا ایمان مضبوط ہو - ہمارے کام بھی نیک اور راست ہونگے -

اگر کوئی پوچھے کہ مجھے کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی ان دیکھی چیز فی الواقع موجود ہے - یا صرف میرے دماغ کا خیال ہے تو ہم کئی ایک جواب دے سکتے ہیں - سب سے آسان جواب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے ایمان کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ بہادر بنے - اس کے کام نیک اور راست ہوں اور اس کی زندگی میں روح کے پھل نظر آئیں تو میرے خیال میں وہ حقیقی چیزوں کو مانتا ہے - وہ اس کے دماغ کے تصورات نہیں - ورنہ اُن کا ایسا اثر کس طرح ہوتا ؟ لیکن ہمارے لئے ایک دوسری کسوٹی بھی ہے - جس کے ذریعے ہم اندیکھی چیزوں کی حقیقت کو پہچان سکتے ہیں - وہ حقیقی ہیں - اور اگر ہم خدا کے کلام کے مطالعہ میں اور دعا میں مشغول رہیں - تو ہماری عقلیں تیز ہو جائینگی اور ہم حقیقی چیزوں اور خیالی چیزوں میں امتیاز کر سکینگے - اور مسیح نے وعدہ کیا کہ جب

سچائی کا روح آئیگا - تو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا - اور وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا - اور جنہوں نے اس پاک رُوح کو حاصل کیا ہے - وہ شک نہیں کرینگے آیا اَن دیکھی چیزیں حقیقی ہیں یا نہیں - ایک طرح سے ایمان وہ صفت ہے جو اَن دیکھی چیزوں کو پہچانتی ہے - شروع میں وہ محض خیالات معلوم ہوتے ہیں - لیکن ایمان لانے کے بعد دل میں یقین پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیزیں حقیقی ہیں - اور اس باب میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں میں سے بہتوں نے دُکھ سہتے ہوئے اپنا ایمان ظاہر کیا - عبرانی مسیحی جن کی طرف یہ خط بھیجا گیا - دُکھ اُٹھاتے تھے - دُنیا کے خیال میں جب دُکھ آئے تو ایمان کم ہو جاتا ہے - جب ہم دُکھ میں مبتلا ہیں ہم کس طرح خدا پر ایمان لا سکتے ہیں ؟ لیکن ان بزرگوں میں یہ خوبی تھی کہ باوجود اُن کے دُکھوں کے اُن کا ایمان قائم رہا - شاید ان کے دُکھوں کی وجہ سے ان کا ایمان بڑھ گیا - ہم نہ سمجھیں کہ اگر ہماری زندگی سے سب تکلیفیں دُور ہو جائیں تو ہمارا ایمان مضبوط ہوگا - مسیح نے دُکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی اور ہمارا ایمان بھی دُکھ اُٹھانے کے ذریعے مضبوط ہوگا - اور بزرگوں کا ایمان ایسا تھا کہ اُنہوں نے اپنے ایمان کی خاطر موت بھی سہی - اور مصنف کے دل میں یہ امید ہے کہ یہ بزرگ جو مسیح کی نجات کو ہماری طرح نہیں جان سکتے تھے وہ آنے والے جہان میں اپنے کمال تک پہنچینگے - بے شک خدا نے مسیح میں ہمارے لئے کوئی بہتر چیز تجویز کی - تاکہ ہم ان کی آسمانی کمالیت میں بھی شامل ہوں -

(ج) دُکھ سہنا ہمارے لئے فائدہ مند ہے (باب ۱۲: ۱-۱۳) -

اس باب کی پہلی آیتوں میں ایک دَوڑ کی تصویر ہے - ہم جو اس زندگی میں دُکھ سہتے ہیں دوڑنے والے ہیں - ہمارے اردگرد وہ ایماندار بزرگ بیٹھے ہیں

تاکہ وہ ہمیں دیکھتے ہوئے دلاسا دیں۔ دوڑنے والوں کی آنکھیں اپنے نشان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور یہ نشان مسیح ہے جو ہمارے ایمان کا بانی اور کامل کرنے والا ہے۔ اور دوڑنے سے پیشتر دوڑنے والے اپنے کپڑے اُتارتے ہیں تاکہ وہ بغیر رکاوٹ کے دوڑ سکیں۔ اسی طرح ہمیں ہر ایک بوجھ اور وہ گناہ جو ہمیں آسانی سے اُلجھا لیتا ہے دُور کرنا چاہئے۔ ہماری مسیحی زندگی میں دو رکاوٹیں ہیں۔ جو یہاں بوجھ اور گناہ کہلاتے ہیں۔ بعض رکاوٹیں ہیں جو گناہ نہیں سمجھی جاتیں۔ مثلاً دولت یا علم یا جسمانی کمزوری۔ یہ چیزیں بوجھ ہیں۔ اور اگر ایسی چیزیں ہمیں روکیں تو اُن کو دُور کرنا چاہئے۔ مسیح فرماتا ہے کہ جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں۔ ماں اور باپ بھی جن کی عزت ہمیں کرنا چاہئے بعض اوقات مسیحی زندگی میں رکاوٹیں ہوسکتے ہیں۔ اور ایک اور قسم کی رکاوٹ ہے جو فی الواقع گناہ ہیں۔ اور بعض گناہ ہمیں زیادہ تر روکتے ہیں۔ یونانی لفظ جس کا اُردو ترجمہ جو آسانی سے اُلجھا لیتا ہے۔ ایک عجیب لفظ ہے جس کے معنی جو ہمیں بخوبی گھیر لیتا ہے۔ بعض عالموں نے کہا کہ جوان خوبصورت کپڑے پہنتے ہوئے دوڑ میں آیا کرتے اور کہ دیکھنے والے اس کپڑے کو بہت پسند کرتے لیکن جب وہ دوڑنے کو ہوتے۔ وہ اس کپڑے کو اُتار دیتے۔ بعض گناہ ایسے ہیں جو دنیا کو بہت پسند آتے ہیں۔ مثلاً فضول خرچی یا شیخی۔ لیکن یہ گناہ ہماری روحانی زندگی میں ہمیں زیادہ تر روکتے ہیں۔ اگر ہمارے گناہ دنیا کو پسند آتے ہیں تو ہماری حالت خطرناک ہے۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی وہ کپڑے ہیں جو ہمارے جسم پر خوب فٹ بیٹھتے ہیں۔ دوڑنے والے کو ایسے کپڑے اُتارنا چاہئیں۔ کیونکہ چُست ہونے کی وجہ سے وہ ہمیں دوڑنے

میں مدد دیتے ہیں - اور بعض ایسے گناہ ہیں جو ہماری طبیعتوں کے موافق ہیں۔
اور اس وجہ سے زیادہ تر ہمارے رُکنے کا باعث ہو سکتے ہیں۔ مثلاً تیز
مزاج آدمی کے لئے غصہ ایسا گناہ ہے۔

اس دوڑ کی تمثیل سے اور دُوسری دلیلوں سے مصنف ان لوگوں کو جو
دُکھ سہتے ہیں دلاسا دیتا ہے - یہ دلیلیں کیا ہیں؟

(۱) پہلے سب ایماندار بزرگ ہماری مسیحی زندگی کو دیکھتے ہیں - وہ ہماری
ترقی سے خوش ہوتے ہیں اور ہماری غفلت اور ناکامی سے اُداس ہوتے
ہیں - اور یہ دیکھنے والے ایسے شخص ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں اچھی گواہی
دی - جو خود دوڑنے میں افضل ہیں وہ دوسرے دوڑنے والوں کی خوبیں
اور کمیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

(ب) مسیح خود اس دوڑ کا شروع کرنے والا ہے اور اس دوڑ کا نشان بھی
ہے - وہ چاہتا ہے کہ اس کے بھائی بھی اس کے آرام میں شامل ہوں
جب ان کی دوڑ پُوری ہو جائے - اس دوڑ کا انعام کیسا عمدہ اور دل
پسند ہے۔

(ج) مسیح نے خود اس دوڑ میں شامل ہو کر ہمیں نمونہ دیا - مسیحی زندگی میں دُکھ
اُٹھانا ہمارا حصہ ہے - لیکن مسیح بھی اس حصے میں شامل ہُوا - خاص کر مسیح
نے یہ دُکھ اُٹھایا کہ لوگ اُس کی بُرائی کرتے تھے - شاید یہ عبرانی مسیحیوں
کا سب سے بڑا دُکھ تھا - کہ ان کے یہودی بھائی ان کے برخلاف بُری
باتیں کہتے تھے اور سازش کرتے تھے - اور ایسی بُرائی کو صبر سے اُٹھانا
انسان کے لئے مشکل ہے - جب کوئی ہماری عیب جوئی کرتا ہے - ہم بھی
بہت ناراض ہوتے ہیں - لیکن مسیح نے اپنے مخالفوں کی بابت کہا کہ اے

باپ ان کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اور مسیح نے موت تک دُکھ سہا۔ اُس کا دُکھ ہمارے دُکھوں سے زیادہ تھا۔ ہم نے اب تک ایسا مقابلہ نہیں کیا۔ جس میں خون بہا ہو۔ سو مسیح ہمیں ایمان اور صبر کا نمونہ دیتا ہے۔

(د) مصنف اپنی چوتھی دلیل امثال کی کتاب سے پیش کرتا ہے۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے تعلیم دی کہ خدا ہمارا آسمانی باپ ہے۔ اور امثال کی کتاب میں لکھا ہے کہ خداوند اس کو ملامت کرتا ہے جس سے اُسے محبت ہے۔ جیسے باپ اس بیٹے کو جس سے وہ خوش ہے۔ (امثال ۳:۱۲) جو دُکھ ہم اُٹھاتے ہیں وہ ہماری تربیت کے لئے ہے۔ اور خدا ہمارا باپ اپنے بچوں کو تنبیہ کرتا ہے۔ اگر ہمیں وہ تنبیہ نہ کی جائے تو ہم حرام زادے ٹھہرے نہ کہ بیٹے۔

عزیزو بعض لوگوں نے تعلیم دی کہ خدا نے انسان کو دنیا میں اس مقصد سے پیدا کیا کہ وہ ہمیشہ خوش رہے۔ لیکن اگر یہ خدا کا مقصد ہوتا تو خدا اپنے مقصد سے محروم رہتا۔ اس دُنیا میں انسان ہر وقت خوش نہیں رہتا۔ بلکہ دُکھ اور تکلیف میں مبتلا ہے۔ ایُّوب نے کہا کہ انسان دُکھ کے لئے پیدا ہُوا ہے۔ لیکن یہ خیال بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ ہماری زندگی میں خوشیوں اور دُکھوں کی ملاوٹ ہے۔ اسکول میں بچّوں کو انعامات اور سزائیں دونوں ملتے ہیں۔ اگر انعامات کم ہوں تو بچّے مایوس ہو جائینگے۔ اگر سزائیں کم ہوں تو بچے سُست اور غافل ہو جائینگے۔ انعامات اور سزائیں دونوں بچوں کی تربیت کے لئے مفید ہیں۔ یہ دنیا ایک سکول ہے۔ اس میں خدا ہمیں بہت سی نعمتیں بخشتا ہے تا کہ ہم اُن سے فائدہ حاصل کریں۔ اور خدا ہمیں دُکھوں میں رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ ہماری تربیت کیلئے فائدہ مند ہے۔ اسکول کا مقصد یہ ہے کہ ہم جوان ہو کر زندگی کے کاروبار کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور اس دنیاوی زندگی کا مقصد یہ بھی ہے

کہ ہم آنے والے جہان کے لئے تیار ہوں۔ اس خط میں اس جہان کا بہت بیان ہے۔ مسیح اس جہان میں داخل ہُوا اور وہ اپنے بھائیوں کو بھی ساتھ لاتا ہے۔ کہ وہ آسمانی سبت کے آرام میں شامل ہوں۔ ہم دُکھ اُٹھا اُٹھا کے اُس زندگی کے لئے تیار ہو جائینگے۔ پولوس رسول کہتا ہے کہ میری دانست میں اس زمانے کے دُکھ درد اس لائق نہیں کہ اس جلال کے مقابل ہو سکیں جو ہم پر ظاہر ہونے والا ہے۔

لیکن دُکھ کا اثر دو قسموں کا ہو سکتا ہے۔ اسکولوں میں جیسے بعض بچوں کو سزا ملتی ہے۔ وہ صرف ناراض ہوتے ہیں۔ وہ منہ بند کر کے محض ضد کرتے ہیں۔ لیکن بعض بچے سزا کے بعد فوراً کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنی کمیاں پُوری کریں۔ اور اپنے آپ کو درست کریں۔ اور ہم میں دُکھوں کا ایسا اثر ہونا چاہئے۔ سو مصنف کہتا ہے کہ ڈھیلے ہاتھوں کو اور سُست گھٹنوں کو درست کرو۔ اور اپنے پاؤں کے لئے سیدھے راستے بناؤ۔ یہ سیدھے راستے آسمانی گھر تک پہنچاتے ہیں۔ اگر ہم اسی طرح طاقتور ہو جائیں تو ہم دوسروں کو بھی دلاسا دینگے۔ تاکہ لنگڑے بے راہ نہ ہوں بلکہ شفا پائیں۔

—۶—

ان تعلیمات سے مختلف سبق (باب ۱۲: ۱۴-۱۳: ۱-۲۵)

خلاصہ: سنہلی آیت۔ (۱۳: ۱۳، ۱۴) پس آؤ اس کی ذلت کو اپنے اُوپر لئے ہوئے خیمہ گاہ سے باہر اس کے پاس چلیں کیونکہ یہاں ہمارا کوئی قائم رہنے والا شہر نہیں۔ بلکہ ہم آنے والے شہر کی تلاش میں ہیں۔

(۱) صلح ضروری ہے۔ لیکن پاکیزگی اس سے بھی ضروری ہے (۱۲: ۱۴-۱۷)

(۱) اکثر اوقات ناپاکی فسادوں کا باعث ہوتی ہے (۲) روحانیت کی کمی سے لوگ ناپاک ہو جاتے ہیں۔ مثلاً عیسو نے روحانی چیزوں کی کچھ قدر نہ کی۔

(ب) کوہِ صیون کوہِ سینا سے افضل ہے۔ سو نافرمانی کرنی اب زیادہ خطرناک ہے (۱۲: ۱۸-۲۹) ۱- ان دو پہاڑوں کا مقابلہ (۱) سینا دنیوی ہے۔ صیون آسمانی ہے (۲) سینا خدا کی آواز سے ہل گیا۔ صیون نہیں ہل سکتا۔ (۳) سینا سے صرف ڈر پیدا ہوتا ہے۔ صیون سے محبت پیدا ہوتی ہے (۴) سینا میں کچھ شرکت نہیں۔ صیون میں مکمل شرکت ہے۔ ۲- معافی کی آواز جو صیون سے آتی ہے سزا کی آواز کی بہ نسبت ہمارے دھیان کے زیادہ لائق ہے اس سے غافل رہنا خطرناک بات ہے۔

(ج) بعض چیزوں سے محبت رکھنی چاہئے اور بعض سے عداوت۔ (۱۳: ۱-۹) ۱- ہمیں ان باتوں سے عداوت رکھنی چاہئے۔ (۱) حرام کاری (۲) روپے کی محبت (۳) بیگانی تعلیم۔ ۲- ہمیں ان باتوں سے محبت رکھنی چاہئے (۱) مسیحی بھائی (۲) حاجتمند لوگ مثلاً مسافر اور قیدی اور ستائے ہوئے لوگ (۳) شوہر کو اپنی بیوی سے اور بیوی کو اپنے شوہر سے (۴) پیشوا (۵) مسیح۔

(د) یہودیت کو ترک کرنا چاہئے۔ کیونکہ مسیحیت زیادہ روحانی اور پائدار ہے۔ (۱۳: ۱۰-۱۶) ۱- ہماری قربان گاہ یہودیت سے باہر ہے۔ کیونکہ (ا) لوگ جرم کی قربانی یہودی مقدس سے باہر لے جاتے تھے (ب) مسیح خود ہیکل سے باہر قربان کیا گیا۔ ۲- یہودی مقدس چند روزہ تھا لیکن ہمارا مقدس ایک پائدار شہر ہے ۳- مسیح کی مکمل قربانی کے بعد ہمارے لئے صرف شکرگزاری کی قربانیاں باقی ہیں۔ یعنی (۱) خدا کی حمد (۲) گواہی (۳) نیک کام (۴) سخاوت کے کام۔

(۳) آخری نصیحتیں۔ مصنف کی دعا ہے کہ مسیح جو بڑا پاسبان ہے۔
عبرانیوں کو کامل کرے۔ ۱۔ ہمیں نہ صرف کاہن بلکہ پاسبان کی ضرورت ہے۔
۲۔ مسیح کا مقصد ہے کہ ہم اُس کی مانند کامل بنیں۔

ان تعلیمات سے مختلف سبق

صلح ضروری ہے۔ لیکن پاکیزگی اس سے بھی ضروری ہے۔

(باب ۱۲: ۱۴ - ۱۷)

مصنف چاہتا ہے کہ عبرانی مسیحی سب کے ساتھ میل ملاپ رکھیں۔ تیرھویں باب کی پہلی آیت میں کہتا ہے کہ برادرانہ محبّت قائم رہے۔ پولوس رسول اس طرح کہتا ہے کہ جہاں تک موقع ملے سب کے ساتھ نیکی کریں۔ خاص کر اہلِ ایمان کے ساتھ۔ جب کلیسیا میں فساد شروع ہو تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے لیکن صلح کی بہ نسبت پاکیزگی بہت ضروری ہے۔ جھگڑے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کرتے ہیں۔ لیکن ناپاکی خاص کر ہمیں خدا سے جدا کرتی ہے۔ پاکیزگی کے بغیر کوئی خدا کو نہ دیکھیگا اور نہ صرف جھگڑے بلکہ ناپاکی بھی کلیسیا کو دُکھ دیتی ہے۔ ناپاکی ایک کڑوی جڑ ہے۔ جو کلیسیاؤں میں پھُوٹ کر بہت سے لوگوں کو ناپاک کرتی ہے۔ اور ہم اکثر اوقات یہ دیکھتے ہیں کہ جب جماعت میں جھگڑے اور فساد ہوں تو اُن کی جڑ کسی شخص کی ناپاکی ہے۔ کوئی مسیحی حرام کاری کا کام کرتا ہے۔ اور فوراً دو پارٹیاں ہوجاتی ہیں۔ ایک اُس کی طرف۔ دوسری اُس کے خلاف۔ اور اس طرح جماعت فساد میں پڑ جاتی ہے۔ اور مصنف ایک عجیب مثال پیش کرتا ہے یعنی عیسو کی۔ عیسو شکار میں بہادر تھا۔ پہلوٹھا ہونے کا حق اُس کا تھا۔ اس کا باپ اُس کو پیار کرتا تھا لیکن روحانی چیزوں کی کچھ قدر نہیں کرتا تھا۔ اُس کی خواہشیں اور نیّتیں سب جسمانی تھیں اور ان کی وجہ سے اس کی زندگی خراب ہوگئی۔ آجکل ہم کلیسیائی اتحاد یعنی

چرچ یونین پر بہت زور دیتے ہیں۔ اور یہ مناسب اور خدا کی مرضی کے مطابق ہے
مسیح نے خود دعا مانگی کہ اس کے شاگرد ایک ہوں جیسے باپ اور بیٹا ایک ہیں۔
لیکن کلیسیا کے اتحاد سے کلیسیا کی پاکیزگی اور روحانی ترقی زیادہ ضروری ہے۔
ہماری کلیسیا میں آجکل کتنی ناپاک باتیں موجود ہیں۔ اُن کا بیان کرنا مجھے پسند
نہیں۔ لیکن ہم سبھوں کو معلوم ہے کہ ایسے گناہ نہ صرف جاہل اور ان پڑھ لوگوں
میں بلکہ تعلیم یافتہ لڑکے اور لڑکیوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور اس کا سبب
کیا ہے۔ روحانیت کی کمی۔ ہم مسیحی روحانی چیزوں کی بہ نسبت دنیاوی چیزوں
کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ ہم اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دیتے ہیں جس سے وہ
سمجھتے ہیں کہ دنیاوی چیزیں روحانی چیزوں سے زیادہ ضروری ہیں۔ ہم اُن
کی دنیاوی ترقی کے لئے بہت کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ وہ بہت روپے کمائیں۔
لیکن ہم ان کی روحانی ترقی بھول جاتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ جب ان کی
خواہشیں جسمانی ہیں۔ تو نوجوان روپیوں کے لالچ سے شہوت پرستی کو زیادہ پسند
کرتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ روپیوں کا لالچ بڑے آدمی کا گناہ ہے۔ حرام کاری
نوجوان کا گناہ ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ اگر نوجوان کے دل میں روحانی خواہشیں
نہ ہوں تو وہ عیسو کی طرح حرام کار اور بے دین ہو جائیگا۔ میرے عزیزو! اپنے
بچوں کو خوب سمجھاؤ کہ روحانی چیزیں دنیاوی چیزوں سے زیادہ قدر کے لائق
ہیں۔ پہلے خدا کی بادشاہت اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو۔ اگر اُن کے
دل دنیا کی چیزوں کی طرف لگے ہوئے ہیں تو وہ ضرور ان دنیاوی چیزوں
میں سے اُنہیں چن لینگے جو ناپاک ہیں۔ جسم کے پہلے تین کام حرامکاری، ناپاکی
اور شہوت پرستی ہیں اور اگر نوجوان کی زندگی جسمانی ہو تو ایسے کام شروع میں
نظر آئینگے۔ جب عیسو زیادہ دانشمند ہوا تو اس نے چاہا کہ اُس کی نیت تبدیل

ہوجائے۔ لیکن اس کو موقعہ نہ ملا۔ ہم بھی سوچتے ہیں کہ جب ہماری عمر زیادہ ہوگی ہم اپنی نیتوں کو تبدیل کرینگے۔ لیکن خطرہ ہے کہ اس وقت ہمیں موقعہ نہ ملیگا۔ گو ہم آنسو بہا بہا کر اُس کی بڑی تلاش کریں۔ خدا کے خاص فضل کے بغیر جسمانی آدمی موت تک جسمانی رہینگے۔

۲۔ کوہِ صیون کوہِ سینا سے افضل ہے۔ سو نافرمانی کرنا اب زیادہ خطرناک ہے۔ (عبرانیوں ۱۲: ۱۸۔ ۲۹)

اس باب کی آخری آیتوں میں دو پہاڑوں کا مقابلہ ہے۔ یعنی کوہِ سینا جہاں موسٰے کو توریت ملی اور کوہِ صیہون جو آسمان میں ہے اور جس میں وہ مقدس ہے جس میں مسیح ہماری خاطر داخل ہُوا۔ کوہِ سینا پُرانے عہد کا پہاڑ ہے اور کوہِ صیہون نئے عہد کا پہاڑ ہے۔ گلتیوں کے چوتھے باب میں پولوس رسول بھی ان دونوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ یہاں ذکر ہے (۱) کوہِ سینا جسمانی اور دنیاوی ہے۔ اس کا چھونا ممکن تھا۔ (۲) کوہِ سینا خدا کی آواز سے ہل گیا (۳) اس میں بہت سی ڈراؤنی باتیں نظر آئیں۔ یعنی آگ اور طوفان اور کالی گھٹا اور نرسنگے کا شور اور کلام کرنے والے کی آواز۔ ان باتوں سے انسان کا دل صرف ڈر ہی سے بھر گیا۔ موسٰے نے خود کہا کہ میں نہایت ڈرتا اور کانپتا ہُوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پُرانا عہد محض ڈر پر منحصر تھا۔ (۴) اور کوہِ سینا میں کسی صحبت یا شراکت کا ذکر نہیں۔ خدا نے کلام کیا۔ موسٰے نے ڈرتے ہوئے سُنا۔ لیکن روحانی رفاقت محسوس نہ کی۔ مگر کوہِ صیہون کی حالت اس سے کیسی افضل ہے۔

۱۔ کوہِ صیہون رُوحانی ہے۔ سو وہ آسمانی یروشلم کہلاتا ہے (۲۲) وہ اُن چیزوں میں شمار کیا جاتا ہے جو ابد تک قائم رہتی ہیں (۳) بے شک

اُن لوگوں کے لئے جو اس کی قدر نہیں کرتے - کوہِ صیہون بھی ڈر کا باعث ہے
لیکن اُن کے لئے جو مسیح کے ساتھ اس میں داخل ہوتے ہیں وہ محبت کا
سرچشمہ ہے - سب ہستیاں جو محبت کے لائق ہیں اس میں جمع کی گئی ہیں (۳)
اس شہر کی تصویر میں اس کی صحبت سب سے اعلےٰ بات ہے - جو ہمارے
دلوں پر اثر کرتی ہے - یہاں وہ فرشتے ہیں - گو یہ آنے والا جہان ان کے
تابع نہیں ہے - یہاں کُل کلیسیا ہے - یعنی مسیح کے سب بھائی جن کو اس کے
ذریعے پہلوٹھے ہونے کا حق مل چُکا ہے - یہاں بھی کامل کئے ہُوئے راستبازوں
کی رُوحیں ہیں - شاید یہ وہ ایماندار بزرگ ہیں - جن کا ذکر گیارھویں باب
میں ہُوا - مسیح نے اپنی صلیبی موت کے بعد ان روحوں میں منادی کی - اور اس
منادی کے ذریعے وہ بھی کامل بن گئے - اور کوہِ صیہون میں داخل ہُوئے -
یہاں بھی خدا ہے جو سب کا منصف ہے اور ہمارا خداوند ہے یسوع مسیح جو
نئے عہد کا درمیانی ہے - اور اس آسمانی مقدس میں مسیح کا خون اب تک دکھائی
دیتا ہے - جو ہابل کے خون کی بہ نسبت بہتر باتیں کہتا ہے - پیدائش کے چوتھے
باب کی دسویں آیت میں خدا نے کاہن سے کہا کہ تیرے بھائی کا خون زمین سے
مجھ کو پکارتا ہے - انتقام لینے کے لئے ہابل کا خون پکارتا رہا - لیکن مسیح کا
خون معافی دینے کے لئے پکارتا ہے - اے باپ ان کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے
نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں - اور اب تک آسمانی مقدس میں مسیح کا خون لوگوں کو
معافی دینا چاہتا ہے - اس آواز کا اثر ہمارے دلوں پر کیسا ہونا چاہئے ؟
دنیا کہتی ہے کہ اگر مسیح کے خون کے وسیلے سے ہمارے گناہ معاف ہو چکے ہیں تو چلو
ہم گناہ کرتے رہیں - لیکن اس خط کا مصنف کہتا ہے کہ خبردار ! جنہوں نے خدا
کی آواز کا انکار کیا - جو سینا میں دی گئی یعنی جنہوں نے دس حکموں کو اور باقی

شریعت کو توڑ دیا وہ نہ بچ سکے۔ لیکن معافی کی آواز نہ دنیاوی بلکہ آسمانی پہاڑ سے آتی ہے۔ خدا کی آواز نے جو سینا سے سُنائی دی زمین کو ہلا یا۔ یہ معافی کی آواز زمین اور آسمان کو ہلا سکتی ہے۔ جو اس کا انکار کرے وہ کس طرح بچ سکتا ہے؟ اس مصنف کے خیال میں سزا کی بہ نسبت معافی ہولناک بات ہے۔ جس کو سزا ملی اُس نے اپنی خطا کے لئے بدلہ دیا۔ اور اس کے لئے خدا کا انصاف پُورا ہُوا۔ سو اس گناہ کے لحاظ سے وہ خدا کے غضب سے بچ گیا۔ لیکن جس کو معافی ملی وہ اب تک خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ خدا کی محبت سے گھرا ہُوا ہے۔ اور اس محبت سے وہ نہیں بچ سکتا۔ ہمارا خدا خاک کر دینے والی آگ ہے۔ وہ راضی نہ ہوگا جب تک وہ اپنے لوگوں کے گناہوں کو پُوری طرح نہ جلا دے۔ اس طرح ہم وہ بادشاہت پائینگے جو ہلنے کی نہیں۔ اور خدا ترسی اور خوف کے ساتھ ہم خدا کی عبادت کرینگے۔ ان آیتوں میں مصنف پھر اپنی تعلیم کے درمیان اپنے خط پڑھنے والوں کو آگاہ کرتا ہے۔ اتنی بڑی نجات سے غافل رہ کر ہم کیونکر بچ سکتے ہیں۔

(ج) بعض چیزوں سے محبت رکھنی چاہئے اور بعض سے عداوت۔

(عبرانیوں ۱۳: ۱-۹)

اِن آیتوں میں خاص کر محبت کا ذکر ہے۔ لیکن دو چار چیزوں کا ذکر ہے جن سے ہمیں عداوت رکھنی چاہئے۔ (۱) چوتھی آیت میں ذکر ہے کہ خدا حرامکاروں اور زانیوں کی عدالت کریگا۔ سو ایسے ناپاک کاموں سے عداوت رکھنی چاہئے۔ (۲) پانچویں آیت میں حکم ہے کہ روپوں کی محبّت سے خالی رہو۔ مسیح نے خود تعلیم دی کہ ہم روپیہ کے لئے فکر نہ کریں۔ تم پہلے خدا کی بادشاہت اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو اور یہ سب چیزیں بھی تمہیں مل جائینگی۔ تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو۔ اس خط کا مصنف یہ بھی مانتا ہے کہ ہم ان

دنیاوی چیزوں کے لئے خدا کے وعدوں پر بھروسہ رکھ سکتے ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ میں تجھ سے ہرگز دست بردار نہ ہونگا۔ اور کبھی تجھے نہ چھوڑونگا۔ ان دنیاوی ضروریات میں بھی ہمیں معلوم ہے کہ خدا ہمارا مددگار رہے (۳) اور مصنف کہتا ہے کہ مختلف اور بیگانی تعلیموں کے سبب سے بھٹکتے نہ پھرو نہ کھانے پینے کی چیزوں سے۔ شاید یہ بیگانی تعلیم ناستکی یہودیت تھی۔ اور یہ کھانے پینے کی چیزیں وہ جانور تھے جنہیں یہودی لوگ اپنی قربانیوں میں ذبح کرتے اور کھاتے تھے۔ سب مذہبوں میں یہ خطرہ ہے کہ لوگ روحانی حقیقت کو چھوڑ کے ظاہری رسومات کی طرف پھرتے ہیں۔ اور ہماری مسیحیت میں یہ خطرہ بھی موجود ہے۔ جب تک ظاہری نشان اور ظاہری رسومات ہمارے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتے ہیں۔ وہ فائدہ مند ہیں۔ لیکن جب ہمارے دل نشانوں اور رسومات کی طرف پھرتے ہیں اور خدا کو بھول جاتے ہیں تو یہ ظاہری چیزیں بُری اور نقصان دہ بن جاتی ہیں۔ سو ایسی ظاہری چیزوں سے خبردار رہنا چاہئے۔

تو بھی ان آیتوں میں چند ایک چیزوں اور ہستیوں کا ذکر ہے جن سے محبّت رکھنی چاہئے۔ یوحنّا کہتا ہے کہ جو اپنے بھائی سے جسے اُس نے دیکھا ہے محبّت نہیں رکھتا وہ خدا سے بھی جسے اُس نے نہیں دیکھا محبّت نہیں رکھ سکتا۔

۲۔ جو حاجتمند ہیں ان سے محبت رکھنی چاہئے۔ حاجتمندوں میں مسافر اور قیدی اور وہ لوگ جن کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے۔ شمار کئے جاتے ہیں۔ اُن دنوں میں اور آج تک بھی مُسافر پروری مسیحیوں کی ایک خاص صفت ہے۔ مصنف کی مثال میں شاید ابراہیم کا ذکر ہے جس نے پیدائش کے اٹھارھویں باب کے مطابق تین فرشتوں کی مہمانداری کی۔ مسیح نے بھی اپنے شاگردوں سے کہا کہ قیدیوں کی خبر لینا میری خدمت کرنے کے برابر ہے۔ اور اُن دنوں میں بہت سے مسیحی اپنے ایمان کی خاطر ستائے جاتے تھے۔ چوتھے باب میں مصنف نے عبرانی

مسیحیوں کی تعریف کی کہ اُنہوں نے اپنے ستائے ہُوئے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی
کی اور اب ان کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اس نیک کام میں مستقل رہیں (۳) شوہر کو اپنی
بیوی سے اور بیوی کو اپنے شوہر سے محبت رکھنی چاہیئے۔ بیاہ کرنا سب میں عزت کی
بات سمجھی جاتی ہے۔ بیاہ کرنا مسیحیوں کے لئے عموماً مناسب حالت ہے اور یہاں کوئی
ہدایت نہیں کہ مسیحی پولوس کی طرح بے بیاہے رہیں (۴) پیشواؤں سے محبت رکھنی
چاہیئے۔ شاید یہ عبرانی مسیحی اپنے پہلے استادوں کو کچھ بھول گئے تھے۔ سترھویں
آیت میں پھر ہدایت ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کے فرمانبردار اور تابع رہیں۔ شاید
ہم بھی کہتے ہیں کہ اب ہماری پنجابی کلیسیا میں ایک نئی قسم کے لیڈروں کی ضرورت
ہے۔ بدیشی مشنریوں (Foreign Missionaries) کا زمانہ ختم
ہو گیا۔ اور اب دوسری قسم کے پاسبانوں کی ضرورت ہے جو آجکل کے کاروبار سے
واقف ہونگے۔ شاید یہ خیال صحیح ہے۔ لیکن یہ اب تک ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے پہلے
پیشواؤں سے محبت رکھیں۔ شاید وہ بہت تعلیم یافتہ اور ہوشیار نہ تھے۔ آجکل
کی شائستگی کے معیار تک نہ پہنچے ہوئے تھے۔ لیکن اُن کا ایمان بہت تھا۔ اور انہوں
نے اپنی زندگی میں اپنے مقصد کو پُورا کیا۔ (۵) اور خاص کر ہمیں مسیح سے محبت رکھنی
چاہیئے۔ یسوع مسیح آج اور کل اور ابد تک یکساں ہے۔ بعض عالموں نے سمجھا کہ
آٹھویں آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مسیح ان پیشواؤں کی زندگی کا
مقصد ہے۔ اور ایک طرح سے یہ خیال صحیح ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ آیت پچھلی
آیتوں سے الگ ہے۔ پچھلی آیتوں میں بھائیوں۔ مسافروں۔ قیدیوں۔ ستائے
ہوئے لوگوں۔ گھر والوں اور کلیسیا کے پیشواؤں کا ذکر ہے۔ اُن سے افضل مسیح
ہے۔ جو آج اور کل اور ابد تک یکساں ہے۔ اس سے ہمیں کیسی محبت رکھنی چاہیئے
اگر وہ ہماری زندگی کا مدعا ہو تو بیگانی تعلیموں کا خطرہ نہیں۔ جب ہم مسیحی لوگوں

کی آنکھیں کسی دُوسری بات کی طرف لگی ہوئی ہوتی ہیں تو وہ بدعت میں پڑ جاتے ہیں۔ اور بیگانی تعلیموں کی طرف بھٹک کر چلے جاتے ہیں۔ مثلاً جب لوگ مسیح کی بجائے پاک رُوح پر زور دیتے ہیں وہ پنٹیکوسٹنی (Pentecostalism) کی عبادت میں پڑ جاتے ہیں۔ اور آجکل جو گروہ آکسفورڈ گروپ کہلاتے ہیں۔ وہ مسیح کی صلیبی موت کے بجائے خدا کی رہنمائی پر زور دیتے ہیں۔ اور ایسا کرنے میں وہ غلطی کرتے ہیں۔ یہ اس خط کے پیغاموں میں سے خاص پیغام ہے کہ ہمارے ایمان کا مرکز محض یسُوع رہے جو کل اور آج اور ابد تک یکساں ہے۔

(د) یہودیت کو ترک کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مسیحیت زیادہ روحانی اور پائدار ہے (عبرانیوں ۱۳: ۱۰-۱۶)

نویں آیت میں بیگانی تعلیموں کے ساتھ کھانے پینے کا ذکر ہے اور اس سے مصنف یہودی مذہب کی قربانیوں کی طرف دوبارہ اشارہ کرتا ہے۔ ان آیتوں میں تعلیم بہت مختصر طور پر دی جاتی ہے۔ اس لئے اس کا سمجھنا کچھ مشکل ہے۔

مسیحیوں کی بھی ایک قربانی ہے۔ جس میں یہودی شریک نہیں۔ بعضوں نے کہا کہ یہ قربانگاہ عشاءِ ربانی کی پاک میز ہے۔ لیکن اس خط کا مصنف مسیحی رسومات پر زور نہیں دیتا ہے۔ اور غالباً اس کے خیال میں عشاءِ ربانی کی پاک میز آسمانی قربانگاہ کا محض عکس اور نقل ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ یہ قربانگاہ کوہِ کلوری کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جہاں مسیح نے ہماری خاطر اپنی جان کو قربان کیا۔ میرے خیال میں یہ قربانگاہ آسمانی مقدس کی قربانگاہ ہے۔ جس میں مسیح اپنا خون لے کر آیا۔ اور ہماری مکمل معافی کرائی۔ ہمارا حق ہے کہ جس طرح وہ اپنی قربانی کے وسیلے سے خدا کے قریب آیا۔ ہم بھی خدا کے قریب آئیں۔ گیارھویں آیت میں گناہ یا جُرم کی قربانی میں اور یہودیوں کی باقی قربانیوں میں ایک فرق نظر آتا ہے۔ باقی قربانیوں میں قربانی دینے والے ذبح کئے ہُوئے

جانور کا گوشت مقدس کے اندر کھایا کرتے تھے۔ لیکن کفارے کے دن لوگ ذبح کئے
ہوئے جانور کا گوشت باہر لے جاتے اور وہاں اُس کو جلا دیتے تھے۔ سو اگر عبرانی مسیحی
مسیح کی قربانی اور گوشت میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو اُنہیں یہودیت کی خیمہ گاہ سے
باہر جانا پڑتا ہے۔ مسیح نے خود فرمایا ہے کہ جب تک تم ابنِ آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور
اُس کا خون نہ پیو تو تم میں زندگی نہیں۔ یہودیت سے الگ ہونے کے بغیر یہ عبرانی مسیحی
نہ عشاء ربانی میں شریک ہو سکتے ہیں۔ نہ ابدی قربانگاہ میں خدا کے نزدیک آسکتے
ہیں۔ اور ان آیتوں میں جُرم کی قربانی کی مثال کے ساتھ ایک دوسری مثال بھی
ہے۔ جب مسیح نے اپنی اعلےٰ قربانی دی۔ اُس نے ہیکل میں نہ دی۔ بلکہ مقدس شہر سے
باہر۔ جو مسیح کی قربانگاہ میں شامل ہونا اور اُس کی قربانی سے فائدہ حاصل کرنا
چاہتا ہے اُس کو بھی یہودیت سے باہر آنا پڑتا ہے۔ جو یہ کرتے ہیں۔ وہ دنیا کے
خیال میں جلاوطن ہیں اور صرف ذِلّت کے لائق ہیں۔ لیکن مصنف کہتا ہے کہ نہیں۔
بیابان میں صرف خیمہ گاہ تھی۔ اور خیمہ ایسی کمزور چیز ہے جو ہوا سے اُڑ جاتی ہے۔
یروشلم کی ہیکل قائم چیز معلوم ہوئی۔ لیکن ۷۰ء میں رومیوں نے اس کو تباہ کیا۔
اور آج تک یہودی اس پاک جگہ میں اپنی عبادت نہیں کر سکتے ہیں۔ یہودیت کا مقدس
فی الواقع قائم رہنے والا شہر نہیں۔ لیکن ہمارا مقدس جو کوہِ صیہون یعنی آسمان میں
ہے۔ وہ قائم اور پائدار ہے۔ ہم مسیحی لوگ اس دنیا میں مُسافر اور جلاوطن ہو کر آنے
والے شہر کی تلاش میں ہیں۔ یہ پائدار شہر ابرا ہیم کی تلاش کا مُدعا تھا۔ وہ یہودی خیمہ
گاہ اور ہیکل کی حقیقت ہے۔ اگر ہماری آنکھوں کے سامنے ایسے مقاصد ہوں
تو ہم مسیح کے ساتھ ذلت اُٹھانے کے لئے تیار ہونگے۔

ہمارے گُناہوں کے کفارے کے لئے مسیح کی ایک ہی مکمل قربانی پُوری ہوئی۔
لیکن تیرھویں باب کی پندرھویں اور سولھویں آیتوں میں بعض قربانیوں کا ذکر ہے۔

جو ہمارے واسطے اب تک باقی ہیں۔ احبار کے ساتویں باب میں جُرم کی قربانی کے بعد شکریے کے طور پر سلامتی کا ذبیحہ چڑھایا جاتا تھا۔ اسی طرح مسیح کی موت کے لئے بھی ہمیں اپنی شکر گزاری ظاہر کرنی پڑتی ہے۔ یہاں چار قسم کی قربانیاں درج ہیں۔ جو مسیحیوں کے لائق ہیں (۱) پہلے ہم ہونٹوں سے حمد کی قربانی کریں۔ ہم گیت گانے سے خدا کی حمد کریں۔ سب مسیحی خوشی سے گیت گانے میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی قربانی ہے جو خدا کو پسند آتی ہے۔ ہم مسیح کے نام کا اقرار کریں۔ مسیح کی گواہی دینا ایک قسم کی قربانی ہے۔ ہم گیت گاتے ہوئے گواہی دیتے ہیں اور منادی کرنے سے اور شخصی بات چیت کرنے سے بھی ہم مسیح کے گواہ ہو سکتے ہیں (۳) نیک کام خدا کی پسندیدہ قربانی ہیں۔ سو ہمیں بھلائی کرنی چاہئے۔ اب مسیحیت میں سوختنی قربانیوں کو نیک کام نہیں خیال کیا جاتا۔ بلکہ خدا کی فرمانبرداری اور اپنے بھائیوں کی خدمت کی زیادہ قدر کی جاتی ہے۔ میکاہ نبی نے کہا کہ اے انسان اس نے تجھ پر نیکی ظاہر کر دی ہے۔ خداوند تجھ سے اس کے سوا کیا چاہتا ہے کہ تو انصاف کرے اور رحمدلی کو عزیز رکھے اور اپنے خدا کے حضور فروتنی سے چلے۔ (۴) اور نیک کاموں میں سے سخاوت کے کام قربانیوں کے نام سے زیادہ لائق ہیں۔ جو اپنے محتاج بھائیوں کو مدد دیتا ہے وہ خدا کے آگے قربانی چڑھاتا ہے۔ مسیح نے خود کہا کہ چونکہ تم نے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ یہ کیا اِس لئے میرے ہی ساتھ کیا۔ سو ہم نہ سمجھیں کہ ہماری کسی قربانی کی ضرورت نہیں۔

(۵) آخری نصیحتیں۔ مصنف کی دعا ہے کہ مسیح جو بڑا پاسبان ہے عبرانیوں کو کامل کرے۔ (عبرانیوں ۱۳: ۱۷-۲۵)

ان آیتوں میں مختلف نصیحتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً سترھویں آیت میں

عبرانی مسیحیوں کو اپنے پیشواؤں کے فرمانبردار اور تابعدار رہنے کو کہا گیا ہے۔ اِس خط میں کئی بار فرمانبرداری کی تعریف کی گئی ہے۔ مسیح نے بھی دُکھ اُٹھا کے فرمانبرداری سیکھی۔ اٹھارھویں آیت میں درخواست ہے کہ وہ مصنف کے واسطے دعا کریں۔ خاص کر کہ وہ ان کے بیچ میں جلد واپس آجائیں۔ بعض نے اس آیت سے سمجھا کہ مصنف اس وقت قیدی تھا۔ لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں۔ بیسویں آیت میں مصنف اُن سے عرض کرتا ہے کہ پڑھنے والے اس نصیحت کے کلام کی برداشت کریں۔ اور اس خط میں آگاہی کی ایسی باتیں ضرور ہیں جو پڑھنے والوں کو سخت معلوم ہوئیں۔ لیکن ہم مسیحیوں کی تربیت کے لئے وقتاً فوقتاً ایسی سخت باتوں کی ضرورت ہے۔ تیئیسویں آیت میں خبر دی گئی ہے کہ پولوس کا ساتھی تیمتھیُس بھی اس کے ساتھ ان عبرانیوں کے پاس جائیگا۔ صرف ان آیتوں سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ شاید پولوس اس خط کا مصنف ہے۔ کیونکہ تیمتھیُس اس کا ساتھی تھا اور وہ ایسے پیغام بھیجا کرتا تھا۔ مصنف پیشواؤں اور مقدسوں سے سلام کہتا ہے۔ اُن دنوں میں سب مسیحی بھائی مقدس کہلاتے تھے۔ اور یہ ہر مسیحی کا حق ہے کہ وہ مقدس بنے۔ مصنف بھی اطالیہ والوں کو سلام بھیجتا ہے۔

لیکن ان آخری آیتوں میں سب سے عجیب آیتیں بیسویں اور اکیسویں آیتیں ہیں۔ جن میں مصنف ان کے لئے برکت کی دعا کرتا ہے۔ اور اس دعا میں ہم صرف دو باتوں پر غور کرینگے (۱) پہلے اس پُورے خط میں مسیح کاہن یا سردار کاہن کہلاتا ہے، لیکن اس دعا میں وہ بھیڑوں کا بڑا اچرواہا ہے۔ ہم مسیحیوں کے لئے کاہن کافی نہیں۔ ہمیں پاسبان کی بھی ضرورت ہے۔ بیشک جب مسیح نے اپنی مکمل قربانی چڑھائی تو اُس نے ہماری معافی اور ابدی خلاصی کرائی۔ لیکن ہماری کمزوریوں کے لئے یہ کافی نہیں۔ ہم اب تک اُس کی راہوں سے بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ہم ابتدائی باتوں میں مشغول

رہتے ہیں۔ اپنے قدم آگے نہیں بڑھاتے۔ اکثر اوقات کھڑے نہیں ہو سکتے۔ ہمارے لئے چرواہے کی ضرورت بھی ہے۔ اور مسیح نہ صرف خداوند کی دہنی طرف بادشاہ کی طرح بیٹھا ہے۔ بلکہ وہ چرواہے کی مانند پاک روح کے ذریعے سے ہماری رہبری اور حفاظت کرتا ہے۔ "خداوند میرا چوپان ہے۔ مجھے کمی نہ ہو گی" (۲) اور مصنف دعا کرتا ہے کہ خدا تم کو ہر ایک بات میں کامل کرے تاکہ تم اس کی مرضی پوری کرو۔ اس خط کے مطابق مسیح کی دنیاوی زندگی میں یہ دو خاص باتیں تھیں کہ اُس نے خدا کی مرضی پوری کی۔ اور اس طرح وہ کامل بنا۔ مسیح نے اپنی قربانی کے ذریعے خدا کی مرضی پوری کی۔ اور یہ اس کی قربانی کی اعلیٰ خوبی تھی۔ اور مسیح دُکھ اُٹھا کے اور فرمانبرداری سیکھ کے کامل بنا۔ اور یہ دونوں باتیں ہماری زندگی میں بھی ہو سکتی ہیں۔ اور مصنف اس مقصد سے یہ خط لکھتا ہے کہ عبرانی مسیحی خدا کی مرضی پوری کریں۔ اور اس طرح کامل بنیں۔ ہمیں بھی خدا کی مرضی پوری کرنی اور فرمانبرداری سیکھنی چاہئے۔ لیکن مسیح میں اور ہم میں کتنا فرق ہے۔ مسیح کو کوئی مجبوری نہ تھی کہ وہ اس زندگی کے دُکھ اُٹھائے۔ وہ بے گناہ تھا۔ اور اُس کا حق تھا کہ وہ اس زندگی کے دُکھوں سے بچے۔ لیکن اُس نے ہماری خاطر یہ دُکھ اُٹھائے تاکہ وہ اپنے آسمانی مقدس میں اپنے ساتھ ہمیں لے آئے۔ اور تنہائی میں بڑا رنج محسوس کرتے ہوئے اُس نے یہ کام کیا۔ عبرانی مسیحیوں کو بھی دُکھ میں شامل ہونا پڑتا تھا۔ ہر زمانے کے سچے مسیحیوں کے لئے دُکھ اُٹھانا ضرور ہے۔ اور ہم بھی اپنی مسیحی زندگی میں دُکھ اور مصیبت میں ضرور گرفتار ہونگے لیکن ان دُکھوں میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔ ہم اپنے ایمان کے بانی اور کامل کرنے والے یسوع کو تکتے رہ سکتے ہیں۔ اور ہمارا بھروسہ اس پر ہو سکتا ہے۔ وہ کل اور آج اور ابد تک یکساں ہے۔

عزیزو! اس خط کے وسیلے سے ان دنوں ہیں خدا نے ہمیں تبلایا ہے کہ دُکھ اور مصیبت میں وہ ہمارا ہادی اور تسلی دینے والا ہے۔ خدا نے وعدہ بھی کیا ہے کہ مسیح ہمیں اپنے آسمانی مقدس کے آرام میں لے پہنچائیگا۔ اور خدا ہمیں ترغیب دیتا ہے کہ ہم کامل بنیں۔ وہ محض ہماری کاملیت سے راضی ہوگا۔ لیکن یہ کاملیت مسیح مصلوب پر منحصر ہے۔ خدا ہم سب کو یہ نعمتیں بخشے +

باعانت نیشنل کرسچن کونسل لٹریچر فنڈ

مشعل پریس کھرڑ ضلع انبالہ میں

باہتمام مسٹر عبدالمجید خاں بی - اے - منشی فاضل

پرنٹر و پبلشر چھپکر

کھرڑ ضلع انبالہ

سے

شائع ہوئی